اسراء ومعراج ایک عظیم معجزہ

ظاہر بات ہے کہ چالیس روز کا سفر رات کے ایک تھوڑے سے حصے میں کر لینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ اسی طرح رات کے اسی حصے میں آسمانوں کی سیر کر لینا بھی ظاہری طور پر ایک انہونا واقعہ ہے۔ لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، یعنی اس میں اس کی قدرت کی کارفرمائی اور اس کی مشیت کی جلوہ فرمائی ہو تو پھر اس میں استبعاد (اسے ناممکن سمجھنا) کسی مسلمان کے شایاں نہیں۔ اسی لیے اس قسم کے واقعات کو معجزات کہا جاتا ہے جس کے معنی ہی ''عاجز کر دینے والے واقعات'' کے ہیں، یعنی کوئی انسان اپنے طور پر ان کو کرنے پر قادر نہیں۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت ہی سے وجود پذیر ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کی تائید و تصدیق کے لیے کوئی معجزاتی واقعہ لوگوں کو دکھلائے تو اللہ کے حکم سے اسے صادر کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ بھی انسان ہی تھے۔ وہ از خود اس طرح بیت المقدس جا سکتے تھے، نہ وہاں سے آسمانوں پر چڑھ سکتے تھے۔ یہ سب کچھ اعجاز اور شان اللہ کی قدرت کی ہے کہ اس نے اپنے آخری پیغمبر کو یہ مقامِ عظمت و فضیلت عطا کرنا تھا تو اس نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ سب کچھ کر کے دکھا دیا۔ بنا بریں اسے اللہ کی قدرت کاملہ کے مقابلے میں ناممکن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ)

المملكة العربية السعودية کے ولی عهد

صاحب السمو الأمير الملکی

نائف بن عبدالعزیز کے انتقالِ پُرملال پر

دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور کے اراکین عاملہ کا اظہارِ تعزیت

المملكة العربية السعودية کے ولی عہد صاحب السمو الملکی الامیر شہزادہ نائف بن عبدالعزیز ۱۵ر جون ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک جنیوا کے ایک ہسپتال میں طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم ایک عرصے سے سرطان کے مریض تھے۔ آپ ذہین وفطین، عقیدۂ توحید کے محبّ، عالم اسلام اوران کے مسائل پرعمیق نظر رکھنے والے شخص تھے۔ مملکت پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات کے حوالے سے ان کی ذات ایک خاص مقام کی حامل تھی۔ مرحوم شاہ فیصل مرحوم ومغفور کے دور میں وزیر داخلہ بعدازاں گورنر مکہ بھی مقرر ہوئے۔ آپ عالم اسلام کے درد کو سمجھتے تھے۔ پاکستان کو انھوں نے ہمیشہ اپنا دوسرا گھر سمجھا۔ یہاں کے عوام پر جب بھی کڑا وقت آیا انھوں نے پاکستان کو تنہا نہیں چھوڑا۔

المملكة العربية السعودية کے حکمرانوں نے ہمیشہ اپنے پُرخلوص تعاون کے خزانے ہمیشہ پاکستانیوں کے مسائل کو حل کرنے کے لیے دل کھول کر خرچ کیے۔ مرحوم ایک طویل عرصہ سے علیل تھے۔ ان کی وفات پر اراکین مجلس عاملہ دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور سعودی حکام، آل سعود اور سعودی عوام کے دکھ میں شریک ہیں اور تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔

تعزیت کنندگان:

- شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خان المدنی
- حضرت مولانا ابوبکر صدیق السّلفی
- حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی
- پروفیسر ڈاکٹر سعید اقبال قریشی
- حافظ احمد شاکر
- مولانا ارشاد الحق اثری
- حافظ عبدالحمید ازہر
- مولانا مبشر احمد مدنی
- پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی
- ملک عصمت اللہ قلعوی
- حافظ محمد اشرف
- حافظ حماد شاکر
- شیخ محمد عتیق

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

02 شعبان المعظم 1433ھ جمعة المبارک 22 تا 28 جون 2012ء

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیة

شمارہ 25 جلد 64

مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلعوی
- حافظ حماد شاکر

مدیر مسئول

- حافظ احمد شاکر

مینیجر

- محمد سلیم چنیوٹی

0333-4611619

کمپوزنگ

- رضاء اللہ ساجد

0344-4656461

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	12/- روپے
سالانہ	:	500/- روپے
بیرونی ممالک سے	:	200/- ریال 60/- ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

قیادت کا معیار

ملک عصمت اللہ

ملکی قیادت کی مثال ریل کے انجن کی سی ہے۔ انجن صحیح لائنوں پر درست سمت میں رواں دواں رہے تو منزلیں طے ہوتی چلی جاتی ہیں، اور مسافروں کو بھی یک گونہ اطمینان حاصل رہتا ہے۔ اگر انجن غلط لائنوں پر چڑھ دوڑے یا اس کی سمت بدل جائے یا وہ حرکت کرنا بند کردے تو اس کا منزل پر پہنچنا تو درکنار اس کی سلامتی کی ضمانت دینی مشکل ہے۔ مسافروں میں پریشانی سے افراتفری اور ہڑبونگ مچ جائے گی۔ یہی حال ملکی قیادت کا ہے۔ ملکی قیادت اگر صحیح لائنوں پر درست سمت میں چلتی رہے تو ملک دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا رہے گا لیکن اگر قیادت ان اوصاف سے محروم ہو اور نااہل ہو تو ہر طرف بدامنی، لوٹ مار اور کرپشن کا دور دورہ ہوگا۔

اس مثال کی روشنی میں اگر اپنے ملک کے حالات کا جائزہ لیں تو حالات اس سے بھی ابتر نظر آرہے ہیں۔ ملک قرضوں کے بوجھ تلے دبا جارہا ہے لیکن حکمرانوں کی عیاشیاں ختم ہونے میں نہیں آرہیں۔ ملک کو قرضوں کے بوجھ سے نجات دلانے کی بجائے مزید قرضوں کے حصول کے لیے ہاتھ پاؤں مارے جارہے ہیں۔ ادارے تباہی کے کنارے کھڑے ہیں اور ایک ایک کر کے فنا کے گھاٹ اتر رہے ہیں۔ کئی ادارے سربراہ کے بغیر چل رہے ہیں۔ ان اداروں کے سربراہ کی تقرری کے لیے حکومت اور اپوزیشن میں اتفاق نہیں ہورہا۔ اپوزیشن اپنی مرضی کے افراد کی تقرری چاہتی ہے اور حکومت اپنے من پسند افراد کو لانا چاہ رہی ہے۔ حکومت اور اپوزیشن میں ایک کش مکش برپا ہے۔ اس کش مکش میں عوام کا کتنا نقصان ہورہا ہے اس کا کسی کو احساس نہیں۔

توانائی کے بحران کے سبب قوم گزشتہ چار برس سے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہے۔ ملک کی تجارت اور صنعت جاں بہ لب ہیں۔ بدامنی، بھتہ خوری اور ٹارگٹ کلنگ اپنے عروج پر ہے۔ مرکزی حکومت ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی مثال بنی بیٹھی ہے۔ فحاشی، بدمعاشی اور جنسی بے راہ روی اور جنسی تشدد ویسے تو پورے ملک میں ہی انتہا پر ہے۔ لیکن ہم پنجاب حکومت کے بعض اچھے کارناموں کے اعتراف کے باوجود اس کی توجہ حال ہی میں شیخوپورہ اور فورٹ منرو (ڈیرہ غازی خاں) میں ہونے والے واقعات کی طرف دلاتے ہیں اور مجرموں کو سرعام سزا دینے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ بلوچستان بدامنی اور قتل وغارت کی آگ میں جل رہا ہے۔ حالات دن بہ دن بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات حکومت کے ہاتھ سے نکلتے نظر آرہے ہیں۔

مہنگائی کا عفریت منہ کھولے بڑھتا چلا آرہا ہے۔ کم وسائل والے لوگوں کے لیے جسم وجان کا رشتہ برقرار رکھنا مشکل ہوگیا ہے۔ غربت وافلاس کے مارے اولاد کو فروخت کرنے اور خودکشیوں پر مجبور ہورہے ہیں۔ ہر طرف کرپشن کا دور دورہ ہے۔ کوئی ادارہ، کوئی محکمہ یا ان کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو کرپشن سے محفوظ رہ گیا ہو۔ انتظامیہ کے بڑے بڑے ستون اگر خود کرپشن نہ کر رہے ہوں تو اپنی اولادوں کی کرپشن کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ عدلیہ کے احکام کو ماننے سے مسلسل انکار کیا جارہا ہے۔ اس صورت حال کو بدلنے کا نہ ان کا ارادہ ہے نہ ان کے پاس کوئی منصوبہ۔ ساری صلاحیتیں صرف اسی پر صرف ہورہی ہیں کہ کسی نہ کسی طرح پانچ سالہ مدت پوری کرلیں اور بس۔ اس سے عیاں ہے کہ حکومت نہایت غیر معیاری افراد پر مشتمل ہے اس لیے اس کے ہر فعل اور قدم سے نااہلی ٹپکتی ہے۔

الیکشن کی آمد آمد ہے۔ چھوٹی بڑی تمام سیاسی جماعتیں الیکشن کے کارزار میں کودنے کے لیے لنگر لنگوٹے کس رہی ہے اس لیے ضروری ہوگیا ہے کہ معیاری حکومت لانے کے لیے ان معیارات کو جانا جائے جن پر ان کو پرکھا جانا چاہیے۔

پہلی اقوام میں سے ایک قوم نے اپنے نبی سے یہ مطالبہ کیا کہ ان کے لیے کوئی سیاسی قیادت (ملک) مقرر کیا جائے۔اللہ کے نبی نے ان کے لیے طالوت کو سیاسی قائد مقرر کر دیا لیکن قوم نے ان کی سیادت و قیادت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اس لیے کہ وہ ان کے قیادت کے پیمانوں پر پورا نہ اترتا تھا۔ان کے خیالات میں طالوت قیادت کا اس لیے مستحق نہ تھا کہ اس کے پاس مال وزر کے انبار نہ تھے۔ان کا تصور قیادت یہ تھا کہ کوئی کنگلا اور مال و دولت سے محروم شخص قائد و راہنما نہیں بن سکتا بلکہ یہ حق صرف مال داروں، جاگیرداروں اور صنعت کاروں کو حاصل تھا اور یہ حق ان کو حاصل ہے جو سونے کا چمچہ منہ میں لیے پیدا ہوں۔یہ تصور حماقت و جہالت پر مبنی تھا۔

ہمارے ملک کی بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے ملک میں رائج طریق انتخاب اسی احمقانہ تصور پر مبنی ہے۔ادنی اور متوسط طبقے کا کوئی شخص اپنی لیاقت وصلاحیت کے باوجود انتخاب لڑنے کا حوصلہ نہیں کر سکتا۔نتیجتاً اقتدار کے سرچشموں اور اسمبلیوں پر مال دار، جاگیردار اور صنعت کار قابض ہو جاتے ہیں جو مافیوں کی شکل اختیار کر جاتے ہیں اور سب مافیے مل کر عوام کو لوٹتے ہیں۔اگر یہ کوئی قانون سازی کرتے بھی ہیں تو محض اپنے تحفظ اور اپنے مفادات کے لیے کرتے ہیں۔

طالوت و جالوت کے قصے میں اللہ نے ان کے اس احمقانہ تصور کو مسترد کر کے ایک نئے تصور قیادت سے دنیا کو روشناس کرایا اور مال و زر کی بجائے قیادت کا معیار ''العلم'' اور ''الجسم'' کو قرار دیا۔

العلم سے مراد دین وشریعت کا علم ہے کیوں کہ یہ علم باقی تمام علوم کا منبع و سرچشمہ ہے اور باقی علوم پر حاوی ہے۔دیگر علوم ناقص، ادھورے اور یک طرفہ ہیں۔فلسفہ میں ڈگری یافتہ شخص سیاست کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔سیاست میں ڈگری ہولڈر معیشت سے لاعلم ہوتا ہے۔معیشت کا ماہر قانون کی گتھیوں سے ناواقف ہوتا ہے۔ماہر قانون دان داخلہ و خارجہ پالیسیوں اور انتظامی امور سے ناآشنا رہتا ہے۔دین وشریعت کا ماہر ان سب علوم پر حاوی ہوتا ہے کیوں کہ دین وشریعت میں سیاسی، معاشی، تجارتی اور مسلموں اور غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کو خوب سمجھتا ہے اس لیے کہ اس میں فن حرب وضرب کا علم بھی ہے اور اقتصادی علم بھی، اس میں داخلی پالیسی کے اصول بھی ہیں اور خارجی پالیسی کے سنگ ہائے میل بھی۔اس میں سیاسی قوانین بھی ہیں زراعت اور صنعت و تجارت کے بھی۔غرض انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس کے بارے اس علم میں راہنمائی نہ کی گئی ہو۔

دوسرا معیار ''الجسم'' ہے۔جسم میں دل، دماغ، بدن، چہرہ، کان، زبان آنکھیں اور دست و بازو سب شامل ہیں۔اسلام کی نظر میں قائد کے لیے دل کا مضبوط ہونا ضروری ہے۔وہ بہادر اور شجاع ہو۔اسے اپنے دین پر پختہ ایمان و یقین ہوتا ہے کہ وہ اس کو نافذ کرنے سے گھبرائے نہیں اور اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا نہ ہو۔دشمن کی گیدڑ بھبکیوں کو خاطر میں نہ لائے اور پوری ہمت و استقلال کے ساتھ اپنے مشن پر قائم رہے۔اس کی دماغی صلاحیتیں عروج پر ہوں تاکہ وہ حالات و واقعات کا صحیح تجزیہ کر کے صحیح نتیجے پر پہنچ سکے اور اپنے لیے کوئی قابل عمل راہ تلاش کر سکے۔چہرے اور بدن کے اعتبار سے وجیہہ وشکیل ہو تاکہ اپنے اس کے ساتھ محبت کریں اور بیگانے اس سے خم کھائیں۔کان ہر دم کھلے رکھے تاکہ فریادیوں کی فریاد سن کر ان کے دکھوں کا مداوا کرے اس کی زبان جھوٹ اور فریب سے پاک ہو۔جو کچھ کہے سوچ سمجھ کر کہے اور کہہ کر نہ مکرے کہ اسے ہر روز اپنا بیان تبدیل کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔اس کی آنکھیں ہر دم کھلی ہوں کہ اپنے گردوپیش پر گہری نظر رکھے۔اس کی ناک اتنی تیز ہو کہ دشمنوں کی سازشوں کو دور سے قبل از وقت سونگھ سکے۔اس کے دست و بازو اتنے قوی ہوں کہ کوئی اسے زیر کرنے کے بارے میں سوچ نہ سکے۔اسے فن حرب کا ماہر ہونا چاہیے تاکہ اپنی افواج کی بہتر راہنمائی کر سکے۔

اگر ہم اپنے قائدین کا انتخاب قرآن کے بیان کردہ اس معیار پر رکھ کر کریں تو امید کی جا سکتی ہے کہ ہمارا ملک ایک دفعہ پھر ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے اور امن و امان کا گہوارہ بن سکے۔

درس قرآن   قسط نمبر ۲۸

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿کانوا بہ یستھزؤن﴾ وہ ان کے ساتھ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ یہ ہے ان کفار کی ہلاکت و بربادی کا سبب کہ وہ رسولوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے:

﴿وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ فِیۡ شِیَعِ الۡاَوَّلِیۡنَ ۝ وَ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ۝﴾

[الحجر: ۱۰، ۱۱]

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے اگلے لوگوں کے گروہوں میں رسول بھیجے۔ اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کفار مکہ کے اسی کردار کا ذکر یوں آیا ہے:

﴿وَاِذَا رَاَوۡکَ اِنۡ یَّتَّخِذُوۡنَکَ اِلَّا ہُزُوًا ؕ اَہٰذَا الَّذِیۡ بَعَثَ اللّٰہُ رَسُوۡلًا ۝ اِنۡ کَادَ لَیُضِلُّنَا عَنۡ اٰلِہَتِنَا لَوۡ لَاۤ اَنۡ صَبَرۡنَا عَلَیۡہَا﴾ [الفرقان: ۴۱، ۴۲]

''اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے نہیں بناتے مگر مذاق، (کہتے ہیں) کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ بے شک یہ تو قریب تھا کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ ہی کر دیتا، اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم ان پر جمے رہے۔''

یہی بات سورۃ الانبیاء (آیت: ۳۶) میں بھی بیان ہوئی ہے۔ کفار اللہ تعالیٰ کے انبیائے کرام کا ہی نہیں، اللہ کی آیات و احکام کا بھی مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کردار کے حاملین کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا دِیۡنَکُمۡ ہُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ وَ الۡکُفَّارَ اَوۡلِیَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۝ وَ اِذَا نَادَیۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوۡہَا ہُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ قَوۡمٌ لَّا یَعۡقِلُوۡنَ ۝﴾ [المائدۃ: ۵۷، ۵۸]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو جنھوں نے تمھارے دین کو مذاق اور کھیل بنا لیا ان لوگوں میں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور کفار کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔ اور جب تم نماز کی طرف آواز دیتے ہو وہ اسے مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں، یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔''

دین کا اور شعائر اسلام کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ دوستی کی ممانعت کو جس اسلوب میں بیان کیا گیا وہ ایمان کے مدعیوں کے لیے ایک پیغام ہے کہ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو ان سے دوستی ومحبت کا دم بھرنا چھوڑ دو۔ گویا دین وایمان کا دعویٰ کرنا اور پھر دین کے ساتھ مذاق کرنے والوں سے دوستی کا دم بھرنا باہم دو متضاد باتیں ہیں۔ دورِ حاضر میں تو دشمنانِ دین کی شقاوت کی انتہا ہوگئی کہ وہ شعائر اسلام کا مذاق ہی نہیں اڑاتے بلکہ انھیں ختم کرنے کے درپے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ، قرآنِ مجید اور بیت اللہ شریف کے بارے میں ان کے عزائم اور آئے دن ان کی توہین کوئی ڈھکا چھپا معاملہ نہیں مگر وائے افسوس کہ مسلمان حکمران عموماً انھی کا دم بھرتے اور انھی سے اپنی مودت وقربت کا قولاً وعملاً اظہار کرتے ہیں۔ ان دشمنانِ دین سے دوستی تو کجا، اللہ تعالیٰ نے تو اس مجلس میں بیٹھنے کی بھی اجازت نہیں دی جہاں دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہو۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَاo﴾

[النساء: ١٤٠]

"اور بلاشبہ اس نے تم پر کتاب میں نازل فرمایا ہے کہ جب تم اللہ کی آیات کو سنو کہ ان کے ساتھ کفر کیا جاتا اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں، بے شک تم بھی اس وقت ان جیسے ہو گے، بے شک اللہ منافقوں اور کافروں، سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔"

سورۃ النساء مدنی سورت ہے اور اس میں جو یہ فرمایا ہے کہ "تم پر کتاب میں نازل فرمایا ہے۔" تو کتاب میں یہ حکم پہلے مکی سورۃ الانعام (آیت:٦٨) میں بھی بیان ہوا ہے۔ ان آیات میں ایسی بیہودہ مجلس میں بیٹھنے کی اجازت نہیں جہاں دین کا مذاق اڑایا جارہا ہو۔ اگر انسان بطیب خاطر ایسی مجلس کی زینت بنتا ہے تو وہ بھی ﴿انکم اذا مثلھم﴾ ان کے گناہ میں برابر کا شریک ہے۔ بہ رضا ورغبت وہاں بیٹھنا اس بات کا غماز ہے کہ تم بھی اس کفر کو پسند کرتے ہو اور انھی کی طرح کے کافر ہو۔ اگر کوئی ان کے کفریہ قول وکردار پر راضی نہیں تب بھی ان کا ہم نشین بننا ان کی مجلس سجانے اور خاموش تماشائی بننے کے مترادف ہے اور "من کثر سواد قوم فھو منھم" (المقاصد الحسنة، ص: ٤٢٦) "جو کسی قوم کی کثرت کا باعث بنتا ہے وہ انھی میں سے ہے" کا مصداق ہے۔

انبیائے کرام کا یا دین اسلام کا مذاق کفر ہے اور جہنم میں جلنے کا باعث ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَ اتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَ رُسُلِيْ هُزُوًاo﴾ [الكهف: ١٠٦]

"یہ ان کی جزا جہنم ہے، اس وجہ سے کہ انھوں نے کفر کیا اور میری آیات اور میرے رسولوں کو مذاق بنایا۔"

ایک اور مقام پر منافقوں کے بارے میں فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ o لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ [التوبة: ٦٥،٦٦]

"اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے تو ضرور کہیں گے ہم تو صرف شغل کی بات کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہہ دے: کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔"

اللہ تعالیٰ کی تمام آیات کا مذاق اڑانا ہی کفر نہیں بلکہ ایک آیت کا مذاق اور دین اسلام کے ایک حکم کا مذاق اڑانا اور اسے ناپسند سمجھنا کفر ہے۔ کفار کا یہ جرم بھی تھا کہ وہ احکام الٰہی کو ناپسند کرتے تھے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾

[محمد: ٩]

"یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔"

کسی مسلمان کے لیے اس کی قطعاً گنجائش نہیں کہ وہ دین اسلام کے ایک حکم کا یا رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کسی پہلو کا مذاق اڑائے یا آپ کا استخفاف کرے، حتی کہ قاضی عیاض نے امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ کہہ کر عیب جوئی کرے کہ آپ ﷺ کی چادر میلی کچیلی تھی اسے قتل کیا جائے گا۔ (الشفاء: ٢/ ١٩١، الصارم المسلول: ٣/ ٩٧٩)

چہ جائیکہ کوئی رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی کے بارے میں بدکلامی کا مرتکب ہو۔ اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ کیا ایسے شخص کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول کرکے اس کی سزائے قتل موقوف نہیں کی جائے گی۔ (باقی صفحہ نمبر ٢٨ پر)

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: الختان للكبير

بڑھاپے میں ختنہ

١٢٨٦ . عن سعيد بن المسيب، عن أبي هريرة قال: اختتن إبراهيم ﷺ وهو ابن عشرين ومائة، ثم عاش بعد ذلك ثمانين سنة.

قال سعيد: إبراهيم أول من اختتن، وأول من أضاف، وأول من قص الشارب، وأول من قص الظفر، وأول من شاب، فقال: يا رب! ما هذا؟ قال: وقار. قال: يا رب، زدني وقارا.

"حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک سو بیس سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا اور پھر اسّی سال تک زندہ رہے۔ حضرت سعید کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے شخص ہیں کہ جنھوں نے اپنا ختنہ خود کیا اور جنھوں نے مہمان نوازی کی اور مونچھیں کتروائیں اور ناخن کٹوائے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے شخص ہیں جن کے بال سفید ہوئے۔ بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا: اے میرے ربّ! اب یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وقار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے ربّ! میرے وقار میں اضافہ فرما۔"

١٢٨٧ . عن سالم بن أبي الذيال - وكان صاحب حديث - قال: سمعت الحسن البصري يقول: أما تعجبون لهذا؟ - يعني مالك بن المنذر - عمد إلى شيوخ من أهل كسكر أسلموا ففتشهم، فأمر بهم فختنوا، وهذا الشتاء، فبلغني أن بعضهم مات، ولقد أسلم مع رسول الله ﷺ الرومي والحبشي، فما فتشوا عن شيء.

"حضرت سالم بن ابی ذیال سے روایت ہے میں نے حضرت حسن کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم اس شخص، یعنی مالک بن منذر رضی اللہ عنہ پر تعجب نہیں کرتے جب کسکر کے لوگ مسلمان ہوگئے تو ان کی عمریں بڑی تھیں۔ ان کی تفتیش کر کے ان کو حکم دیا کہ ختنہ کریں اور ان کا ختنہ کروا دیا، یہ سردی کا موسم تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ ان میں سے مر بھی گئے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رومی اور حبشی اسلام لائے تھے۔ ان کی تفتیش نہیں کی گئی تھی نہ ان کا ختنہ کیا گیا تھا۔"

١٢٨٨ . عن ابن شهاب، قال: وكان الرجل إذا أسلم أمر بالاختتان، وإن كان كبيرا.

"حضرت ابن شہاب سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص مسلمان ہوتا تو اسے ختنے کا حکم دیا جاتا اگرچہ وہ بڑی عمر کا ہوتا۔"

باب: الدعوة في الولادة

بچے کی پیدائش پر دعوت کرنا

١٢٨٩ . عن بلال بن كعب العكي قال: زرنا يحيى بن حسان [البكري الفلسطيني] في قريته أنا وإبراهيم بن أدهم وعبد العزيز بن قديد وموسى بن يسار، فجاءنا بطعام فأمسك موسى وكان صائما، فقال يحي: أمنا في هذا المسجد رجل من بني كنانة من أصحاب النبي ﷺ يكنى أبا قرصافة أربعين سنة، يصوم يوما ويفطر يوماً، فولد لأبي غلام فدعاه في اليوم الذي يصوم فيه فأفطر، فقام إبراهيم فكنسه بكسائه، وأفطر موسى. قال أبو عبد الله: أبو قرصافة اسمه جندرة بن خيشنة.

”حضرت بلال بن کعب العکی سے روایت ہے کہ میں اور ابراہیم بن ادہم اور عبدالعزیز بن قدید اور موسیٰ بن یسار ہم چاروں نے حضرت یحییٰ بن حسان رضی اللہ عنہ کی ان کی بستی میں جا کر زیارت کی وہ ہمارے لیے کھانا لائے موسیٰ بن یسار نے اپنے ہاتھ کو کھانے سے روک لیا کیوں کہ وہ روزہ سے تھے۔ یحییٰ بن حسان کہنے لگے اس مسجد میں بنی کنانہ کے ایک آدمی چالیس سال تک ہماری امامت کراتے رہے جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے تھے۔ ان کی کنیت ابوقرصافہ تھی جو ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کیا کرتے تھے۔ میرے والد کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا میرے والد نے ان کو دعوت دی جس دن میں ان کا روزہ تھا تو انھوں نے روزہ افطار کر دیا۔ ابراہیم کھڑے ہوئے اپنی چادر کے ساتھ ان کو ڈھانپ لیا اور موسیٰ نے روزہ افطار کر لیا۔ ابوعبداللہ بخاری فرماتے ہیں ابوقرصافہ کا نام جندرۃ بن خیشتہ تھا۔“

فائدہ: یہ روایت دلیل ہے دعوت ولادت پر اور دال ہے اس پر کہ ہمارے سلف صلحاء ومشائخ با صفا سنت مطہرہ مصطفیٰ پر عامل تھے۔ حدیث سن کر کچھ توقف عمل بالحدیث کرنے میں نہ کرتے تھے۔ اب وہ زمانہ ہے کہ سنت بدعت اور بدعت سنت ٹھہر گئی ہے، فانا للہ۔ ظاہر سیاق سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ یہ دعوت عقیقہ کی تھی یا علاوہ اس کے۔ واللہ اعلم

باب: تحنيك الصبي

بچے کو گھٹی دینا

١٢٩٠ . عن أنس قال: ذهبت بعبد الله بن أبي طلحة إلى النبي ﷺ يوم ولد والنبي ﷺ في عباءة يهنأ بعيرا له فقال: ((معك تمرات؟)) قلت: نعم، فناولته تمرات فلاكهن، ثم فغرفا الصبي وأوجرهن إياه فتلمظ الصبي، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ((حب الأنصار التمر))، وسماه عبد الله.

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب عبداللہ بن طلحہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے میں انھیں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ چوغہ پہنے ہوئے اپنے اونٹ کو قطران لگا رہے تھے۔ مجھ سے پوچھا تمھارے پاس کھجوریں ہیں؟ میں نے عرض کیا: ہاں، چنانچہ میں نے کھجوریں آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ نے اسے چبایا اور بچے کا منھ کھول کر اس کے تالو میں لگایا وہ چاٹنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انصار کی محبوب ترین چیز کھجور ہے۔ پھر آپ نے بچے کا نام عبداللہ رکھا۔“

جرعات

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

دین کی بقاء، اسلام کا نفاذ یا خلفائے راشدین کا نظام حکومت اسی صورت میں واپس آ سکتا ہے جب مسلمان عوام کے سامنے دین اسی شکل میں پیش کیا جائے جس شکل میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا اور اس نازل شدہ دین پر آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ اصحاب الحدیث کے پاک باز گروہ نے اس دین کو تحریف، مصلحت پسندی اور اہل حرص وہوس کے غیر اسلامی عقائد واعمال کی آمیزش سے بچا کر "ورثة الانبياء" ہونے کا حق ادا کر دیا۔ جزاهم الله عنا وعن جميع المسلمين خير الجزاء.

جس دور میں عمل گریز طبقے نے الفاظ کی مینا کاری سے پاکستانی معاشرے میں اوامر الٰہیہ کے ترک، شریعت کی بے اہمیتی اور بے راہ روزندگی کو متعارف کرانے اور اشتراکیت کے گن گانے شروع کیے تھے اور ''اہل قرآن'' و''اہل ثقافت'' ان کو دلائل کی فراہمی میں پیش پیش تھے، مولانا نے نصف صدی قبل ان کی بو سونگھ کر اور ارادے بھانپ کر یہ اداریہ لکھا تھا آج کل تو یہ آکاس بیل ہماری انفرادی، عائلی اور اجتماعی معاشرت پر چھا چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے شرور سے محفوظ رکھے۔ (احمد شاکر)

الحمد لله الذي جعل ❶ في كل زمان بقايا من أهل العلم يدعون من ضل إلى الهدى وينهونه عن الردى يحيون بكتاب الله الموتى وبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم أهل الجهالة والردى، فكم من قتيل لإبليس قد أحيوه وكم من ضال تائه قد هدوه فما أحسن آثارهم على الناس. ينفون عن دين الله سبحانه تحريف الغالين، وانتحال المبطلين وتأويل الضالين. ❷ الذين عقدوا الوية البدع وأطلقوا عنان الفتنة بقول على الله وفى الله تعالى الله عما يقول الظالمون علوا كبيرا۔ وبقول في كتابه بغير علم فنعوذ بالله من كل فتنة مضلة وصلى الله على محمد.

یہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ایک مکتوب گرامی کا خطبہ ہے جو آپ نے حافظ مسدد بن مسرہد البصری رحمہ اللہ (ف ۲۲۸ھ) کے نام لکھا تھا۔ ❸ جس میں حافظ مسدد رحمہ اللہ کے استفسار پر اہل حدیث کے عقائد ذکر فرمائے ہیں۔

چند لفظوں کے اختلاف کے ساتھ یہی خطبہ آپ کی کتاب الرد علی

❶ وفي المروى عن عمر رضى الله عنه: الحمد لله الذي امتن على العباد بأن يجعل في كل زمان...... إلخ (البدع والنهي عنها)

❷ كتاب الرد على الجهمية میں "الجاهلين" ہے۔

❸ طبقات الحنابله لابن أبي يعلى، ص: ٢٤٨.

الجہمیہ کا فاتحۃ الکلام ہے۔ ❶ اس خطبے سے حضرت امام رحمہ اللہ کے شغف کی وجہ غالباً یہ ہے کہ الفاظ کی کمی بیشی سے حضرت فاروق اعظم رضي الله تعالى عنه وأرضاه سے مروی ❷ ہے۔

رحیق کی جلد ثالث کا افتتاح اس مبارک خطبے سے اس لیے کیا جا رہا ہے کہ یہ اس کے مسلک اور پالیسی کا مظہر ہے۔

اس خطبے میں فرمایا گیا ہے کہ حاملین علوم شرعیہ نے نہ صرف اسلام کو اسی شکل میں پیش کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کرکے دکھایا بلکہ اس کو ہر اُس چیز سے بچا کر رکھا جس سے اس کا صاف وشفاف آئینہ غبار آلود ہوتا ہے۔ اس پاک باز جماعت نے اسلام کو محرفانہ غلو، باطل قانون سازی اور غفلت وجہالت پر مبنی اعراض وبے عملی سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔

دراصل یہ مضمون مندرجہ ذیل حدیث سے ماخوذ ہے:

عن ابراهيم بن عبدالرحمن العذري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الضالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين. (رواه البيهقي في كتاب المدخل مرسلا) ❸

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ صاحب نے اس حدیث کی تشریح یوں فرمائی ہے:

تحريف الغالين وهو اشارة الى التشدد والتعمق، وانتحال المبطلين وهو اشارة الى الاستحسان وخلط ملة بملة، وتاويل الجاهلين وهو اشارة إلى التهاون وترك المامور به. (حجة الله: ۱/ ۱۷۰)

یعنی غالیوں کی تحریف (دین) ہے۔ ناجائز سختی جھیلنا، اپنے اوپر اپنی پیدا کردہ جکڑ بندیاں عائد کرلینا۔ مسائل میں بلاوجہ کریدنا وغیرہ۔

اس کی مثال میں قبر پرستوں، آباء ومشائخ کے جامد مقلدوں، جاہل صوفیوں اور پیشہ ور پیروں کے کردار کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ اور باطل پرستوں کا انتحال یہ ہے ❹ کہ ''مصلحت پسندی'' پر اسلام کا خول چڑھا کر اور غیر اسلامی عقائد واعمال کی آمیزش کرکے اسلام کو ملغوبہ بنا دیا جائے۔ جس طرح ''ادارہ ثقافت'' لاہور کے دانش ور، وقتی مصالح (استحسان) پر قرآن وحدیث کے نصوصِ صریحہ تک کو قربان کردینے کے در پے ہیں۔ نیز پرویز صاحب جیسے جرنلسٹ اشتراکیت (یعنی عہد حاضر کی مزوکیت) کے مالی نظام کو'' قرآنی نظامِ ربوبیت'' کے عنوان سے عوام کے حلقوں میں اتارنے کی کوششوں میں مصروف ہیں'' اور جاہلوں کی تاویل ہے۔ ❺

شریعت کی اہمیت گرانا، اوامر الٰہیہ کا ترک اور بے راہ روزندگی میں سرمستی اسے سمجھنے کے لیے ہمارے اوپر مسلط گروہ کی بیان بازیاں اور طرز زندگی پھران کی دیکھا دیکھی عام معاشرے کی حالت ہمارے سامنے ہے۔

یہ تین قسم کی اعتقادی اور عملی بنیادی گمراہیاں مسلمانوں کے اندر ایسی ہیں جن کے پیدا ہونے سے اسلامی طاقت کا انحطاط شروع ہوا جو اب تک روبہ ترقی ہے۔ اور معلوم نہیں کب تک رہے۔ عقلیت

---

❶ دیکھیے کتاب الرد على الجهمية مطبوعه اواخر تفسير جامع البيان، ص: ۳۰۔ طبع فاروقی دهلی.
❷ كتاب البدع والنهى عنها للامام الحافظ محمد بن وضاح المتوفى، ص: ۲۸٦، طبع شام.
❸ مشكاة شريف: كتاب العلم، فصل:۲، اصابه، ص:۱۲۱، لسان الميزان: ۱/ ۷۷، فتح المغيث، ص: ۱۲۵.
❹ بمعنى غلط انتساب.
❺ لفظی معنی الفاظ کو غلط معنی پہنانا۔

پرستوں اور تقاضا ہائے وقت کے نبض شناسوں کو اس کا علاج سوچتے اور کرتے صدیاں گزر گئیں۔ مگر اب تک ناکامی ہی پلے پڑی ہے۔ اور جب تک سوچنے کا یہی ڈھنگ رہا مسلمانوں کا حال بد سے بدتر ہوتا چلا جائے گا۔ تا آنکہ کتاب وسنت کے ظواہر نصوص اور سلف امت (قرونِ ثلاثہ اولیٰ) کے سانچے میں مسلمانوں کے عقائد اور ہر قسم کی متعلقہ عبادات، سیاسیات، معاشیات، عادات وغیرہ اعمال کو نہ ڈھالا جائے۔ اسی طرح حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے:

لن يصلح اخر هذه الامة الا بما صلح به اوّلها .

یعنی جس طریق سے قرنِ اوّل میں اصلاح ہوئی وہی طریقہ بعد میں آنے والوں کی اصلاح کا ہے۔''

یہی دعوت جماعت اہل حدیث کی دعوت ہے۔ جس کو شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے:

الفرقة الناجية هم الاخذون فى العقيدة والعمل جميعا بما ظهر من الكتاب والسنة وجرى عليه جمهور الصحابة والتابعين .

(حجة الله البالغة: ۱/ ۱۷۰)

یعنی نجات یافتہ وہی جماعت ہے جو ظاہر قرآن وحدیث اور مسلک جمہورِ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کے مطابق اپنے عقائد اور اعمال رکھتی ہے۔''

پھر لکھتے ہیں:

وغير الناجية كل فرقة انتحلت عقيدة خلاف السلف او عملا دون اعمالهم .

(حجة الله البالغة: ۱/ ۱۷۰)

یعنی ہر وہ ٹولی جو سلف کے عقیدہ وعمل کے خلاف ہو گم کردہ راہ ہے۔

حسب فرمان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ''بقایا اہل علم'' فقہائے اہل حدیث ہر زمانے میں موجود رہے۔ جنھوں نے دل دادگان، عقل ودرایت، علم برادرانِ نیچر وارتقاء اور عشاق بدعات واہواء کے حملوں سے تعلیمات اسلامیہ کو بچائے رکھا۔ کتاب وسنت کے نصوص کو محفوظ رکھا۔ ان کے معانی کو محفوظ رکھا۔ اس لغت کو محفوظ رکھا، جو عہد نبوت کی زبان تھی۔ قرنِ اوّل کی اسلامی زندگی کو محفوظ رکھا، جو قرآن وحدیث کی عملی صورت تھی۔ ورنہ اسلام کے یہ داخلی دشمن جن کو نہ رسولِ اکرم ﷺ اور صحابہ کے عقائد پسند ہیں، نہ اخلاق وعادات نہ اس مبارک عہد کی سیاست ان کے ''فلسفۂ ارتقا'' کے ساتھ چل سکتی ہے۔ نہ قرنِ اوّل کی معیشی ومعاشی نظام ان دل باختگانِ فلسفہ جدید کے ''کفش ہائے کج'' میں فٹ آ سکتا ہے ایسے حضرات (خاکم بدہن) اسلام کی شکل وصورت مسخ کر کے رکھ دیتے ہیں۔

ولكن يابى الله الا ان يتم نوره ولو كره الكافرون .

ہمارے دور کی کشمکش سنت وبدعت حضرت امام احمد رحمہ اللہ کے دور سے اصولاً مماثل ہے۔ اہل حدیث نے اس وقت اس کا علاج سنت کی علمی وعملی ترویج واشاعت سے کیا تھا۔ آج بھی وہی صورتِ حال ہے۔ لہٰذا علاج بھی وہی کارگر ہوگا، ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ اس سے عہدہ برآ ہونے کی سب سے زیادہ ذمہ داری جماعت اہل حدیث پر عائد ہوتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ اپنے شاندار ماضی کی قابل فخر روایات کو پورے عزم وہمت سے تازہ رکھے گی۔

فطوبى للغرباء الذين يصلحون ما افسد الناس ونسأل الله ان يجعلنا منهم ونعوذ بالله من كل فتنة مضلة .

افتاء

بہ ذریعہ انٹرنیٹ اکٹھی تین طلاقوں کا حکم

مولانا مفتی محمد عبید اللہ خاں عفیف حفظہ اللہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ۴/ اپریل ۲۰۱۲ء کو اپنی بیوی کو دوسرے ملک سے انٹرنیٹ پر ۳ دفعہ طلاق (Off line Message میں) دے دی۔ طلاق دیتے وقت اس کی بیوی حیض کی تاریخ سے ۱۸ دن اوپر تھی۔ یعنی حاملہ ہونے کا شک تھا مگر اس کا یقین نہیں تھا۔ طلاق دینے کی تاریخ کے بعد عورت نے ادویات کا استعمال کیا جس سے حیض جاری ہوگیا، یعنی اگر حمل ہوا بھی تھا تو بھی ضائع ہوگیا۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ اگر عورت ۱۸ دن کی حاملہ تھی اور طلاق کے بعد اسقاطِ حمل کرنے سے، آیا طلاق واقع ہوچکی اور اگر حاملہ نہیں تھی صرف بیماری کی وجہ سے حیض بند تھا تو اس عورت کا خاوند اس سے رجوع کرسکتا ہے۔ اگر کرسکتا ہے تو کتنی مدت تک اور آیا ۳ دفعہ طلاق لکھ دینے کے بعد بھی کیا رجوع کیا جاسکتا ہے۔ تو کتنی مدت تک، یا رجوع کے لیے دوبارہ نکاح یا کوئی اور کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

(شہباز علی ولد عبد الجبار، دبئی متحدہ عرب امارات)

جواب: الجواب بعون الوهاب ومنه الصدق والصواب. بشرطیکہ طلاق دہندہ راسخ العقیدہ سنی مذہب اور ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کو مخلص مومن اور جنتی جانتا ہو۔ محبت کرنے والا ہو نہ کہ تبرا باز ہو اور اس نے اپنی اس بیوی کو ۴/ اپریل ۲۰۱۲ء والی اکٹھی تین طلاقوں سے پہلے یا بعد میں کوئی زبانی یا تحریری طلاق نہ دی ہو تو پھر درج ذیل احادیث صحیحہ، مرفوعہ، متصلہ کے مطابق ایک رجعی (قابل مصالحت) طلاق واقع ہوئی ہے۔

احادیث یہ ہیں:

١ ـ عن ابن عباس رضي الله عنهما قال كان الطلاق على عهد رسول الله ﷺ وابى بكر وسنتين من خلافة عمر بن الخطاب طلاق الثلاث واحدة. (صحيح مسلم: ٤٧٧/١)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد سے لے کر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو برسوں تک اکٹھی تین طلاقیں ایک (رجعی) طلاق شمار ہوتی تھی۔''

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ اکٹھی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق ہوتی ہے۔ مزید تسلی کے لیے رسول اللہ ﷺ کا جاری فرمودہ فتویٰ پیش خدمت ہے:

٢ ـ أحمد بن حنبل عن سعد بن إبراهيم عن أبيه عن محمد بن اسحاق حدثني داود بن الحصين عن عكرمة عن ابن عباس قال طلق ركانة بن عبد يزيد إمرأته ثلاثا في مجلس واحد فحزن عليها حزنا شديدا فسأله النبي ﷺ كيف طلقتها؟ قال طلقتها ثلاثا قال فقال في مجلس واحد؟ قال نعم، قال انما تلك واحدة فارتجعها إن شئت، فارتجعها. قال احمد شاكر هذا الحديث اسناده صحيح۔

(مسند أحمد بن حنبل: ١/ ٢٦٥)

''حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے کر

بڑے غمگین ہوگئے۔ نبی کریم ﷺ کے دریافت فرمانے پر عرض کیا کہ حضرت! اکٹھی تین طلاقیں دے بیٹھا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تو ایک رجعی طلاق واقع ہوئی ہے۔آپ رجوع کرسکتے ہیں تو انھوں نے اپنی یکجائی مطلقہ ثلاثہ بیوی سے رجوع کرلیا۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

اخرجه احمد وابو يعلى وصححه وهذا الحديث نص فى المسئلة لا يقبل التاويل الذي في غيره من الروايات الاتي ذكرها.

(فتح الباري شرح صحيح بخاري: ۹/ ۳۰۴)

یعنی یہ حدیث صحیح اس مسئلہ میں فیصلہ کن نص ہے۔

۳۔ ایک ہزار سے زائد کا مذہب: حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر بن عوام، حضرت ابوموسیٰ اشعری، ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہم ایک ہزار سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی فتویٰ اور مذہب ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق ہوتی ہے۔

۴۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، امام شوکانی، شیخ الکل فی الکل سیّد نذیر حسین محدث دہلوی اور شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳۳/ ۶۸)۔ (فتاویٰ نذیریہ، کتاب الطلاق)

خلاصہ کلام یہ کہ صورت مسئولہ میں ایک رجعی طلاق واقع ہوئی ہے۔ چوں کہ یہ طلاق ۴/ اپریل ۲۰۱۲ء کو دی گئی ہے اور آج ۲۸/ مئی ۲۰۱۲ء ہے۔ گویا اس طلاق پر ۵۵ دن گزر چکے ہیں۔ عین ممکن ہے آپ کی بیوی ان دنوں تیسرے حیض میں مبتلا ہو لہٰذا اگر ابھی تک تیسرا حیض ختم نہیں ہوا تو نکاح سابق بحال اور قائم ہے اور اگر اس طلاق کے بعد تیسرا حیض ختم ہو چکا ہے تو نکاح کالعدم اور ٹوٹ چکا ہے۔ لہٰذا پہلی صورت یعنی اگر تیسرا حیض ابھی ختم نہیں ہوا تو رجوع جائز ہے اور اگر تیسرا حیض شروع ہو کر ختم ہو چکا ہے تو اس صورت میں از سرِنو نکاح جدید شرعاً جائز ہے حلالہ کی ہرگز ضرورت نہیں۔ یہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔

رہا یہ کہ حیض میں ۱۸ یوم کی تاخیر پر حیض آور گولیا کھا لینے سے اسقاط حمل ہوا ہے یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ یہاں دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ یعنی یہ احتمال ہے کہ حمل ٹھہر چکا ہو اور حیض آور گولیاں کھانے سے حمل ساقط ہوگیا۔ اس صورت میں عدت ختم اور نکاح کالعدم۔ لہٰذا رجوع ناجائز اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان ۱۸/ ایام کے قلیل عرصہ میں حمل کا استقرار نہ ہوا تو اس صورت میں عدت باقی ہو یا ۵۵ دن کی وجہ سے عدت ختم ہوچکی ہو۔ لہٰذا ان تمام مشکلات کا بہترین حل یہ ہے کہ آپ اپنی بیوی کے ساتھ از سرِنو نکاح کرلیں۔ نیا مہر، نئے گواہ اور والد کی اجازت ضروری ہے۔ اس نکاح کے لیے حلالہ کی قطعاً ضرورت نہیں۔ حلالہ یوں بھی لعنتی فعل اور بے غیرتی کا مظہر ہے۔

هذا ما عندي والله تعالى أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب.

نوٹ: میں نے یہ فتویٰ آپ کو راسخ العقیدہ سنی سمجھ کر تحریر کیا ہے۔ اگر آپ سیّدنا ابوبکر صدیق، سیّدنا عمر فاروق، سیّدنا عثمان ذوالنورین، ام المومنین عائشہ صدیقہ بنت الصدیق، سیّدہ حفصہ بنت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم، دوسرے عشرہ مبشرہ اور تمام صحابہ کو مخلص مومن اور جنتی نہیں مانتے تو آپ کا پہلا نکاح ہی باطل ہے۔ کیوں کہ سنی لڑکی کا شیعہ لڑکے کے ساتھ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ فافهم ولا تكن من القاصرين

اللہ ہم سب کو صحابہ کرام کی محبت اور عقیدت عطا فرمائے، آمین۔

تسامح

شمارہ نمبر ۲۴، جلد ۶۴ کے صفحہ ۷ پر ''جرعات'' کے مصنف مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے نام کے ساتھ فونٹ کی تبدیلی کی وجہ سے غلطی سے ''ﷺ'' کا طغریٰ لگ گیا۔ اس سہو پر ادارہ اللہ تعالیٰ کے حضور معافی کا خواستگار ہے، قارئین تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

تحقیق وتدقیق

دینی تعلیم اور قرآن پر معاوضہ لینے کا مسئلہ

حافظ صلاح الدین یوسف

سورۂ فاتحہ کی تاثیر وبرکت:

اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ میں جو شفائی تاثیر اور برکت رکھی ہے، اس سے بھی اس سورت کی فضیلت اور اہمیت واضح ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے کچھ صحابہ کا گزر عرب کے ایک قبیلے کے پاس سے ہوا، انھوں نے صحابہ کی مہمان نوازی نہیں کی۔ اتفاق سے اسی دوران میں قبیلے کے سردار کو بچھو یا سانپ وغیرہ نے ڈس لیا۔ وہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور پوچھا: کیا آپ لوگوں کے پاس اس کا کوئی علاج یا دم ہے؟ صحابہ نے جواب دیا: تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، اس لیے ہم اس وقت تک کچھ نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے لیے کوئی معاوضہ طے نہیں کرو گے، چنانچہ انھوں نے کچھ بکریاں دینے کا وعدہ کرلیا۔ پس صحابہ میں سے ایک شخص نے اُمّ القرآن (سورۂ فاتحہ) پڑھنی شروع کی، وہ منہ میں تھوک جمع کرتا اور اس پر تھکارتا، چنانچہ ان کا سردار ٹھیک ہوگیا اور وہ بکریاں لے کر ان کے پاس آئے۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ بکریاں لے لیں لیکن) انھوں نے کہا کہ اس کی بابت ہم پہلے رسول اللہ ﷺ سے پوچھیں گے، چنانچہ انھوں نے آکر نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا:

((وما أدراك أنها رقية؟ خذوها واضربوا لي بسهم.))

''تمھیں کس طرح معلوم ہوا کہ یہ سورت دم ہے (اس سے دم کیا جاسکتا ہے؟) تم یہ بکریاں لے لو اور میرے لیے بھی اس میں حصہ رکھو۔''

یعنی نبی کریم ﷺ نے نہ صرف یہ کہ اس معاوضے کو جائز قرار دیا بلکہ اپنا حصہ بھی وصول کیا۔ ایک دوسری روایت میں الفاظ ہیں کہ اس معاوضے پر بعض صحابہ نے اپنے ساتھی پر اعتراض کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا:

((إن أحق ما أخذتم عليه أجرا كتاب الله.))

''بے شک جس پر تم معاوضہ لے سکتے ہو، ان میں سب سے زیادہ حق دار اللہ کی کتاب ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ قبیلے والوں نے تیس بکریاں دیں اور سب صحابہ کو دودھ بھی پلایا۔ (صحيح بخاري، رقم الحديث: ٥٧٣٧، صحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٢٠١)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی آتا ہے، خارجہ بن صلت رحمہ اللہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا تو وہاں کے لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ اس شخص (محمد ﷺ) کے پاس سے خیر لائے ہیں، پس ہمارے اس آدمی کو دم کردیں۔ اور وہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ایک پاگل آدمی کو لائے، وہ اس پر صبح شام تین دن سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرتے رہے۔ وہ سورۂ فاتحہ پڑھتے، اپنا تھوک جمع کرتے اور اس پاگل پر تھتکار دیتے، تین دن کے بعد وہ گویا رسیوں سے آزاد ہوگیا (صحیح ہوگیا)، انھوں نے اس خوشی میں انھیں کچھ چیزیں دیں، وہ یہ چیزیں لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا یہ واقعہ بیان فرمایا، آپ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا:

((كل! فلعمري لمن أكل برقية باطل، لقد أكلت برقية حق.))

''کھا، میری زندگی کی قسم! جو لوگ باطل دم کے ذریعے سے مال کھاتے ہیں (ان کا وبال انھی پر ہے تاہم) تو نے صحیح دم

کے ذریعے سے یہ چیزیں حاصل کی ہیں۔'' (سنن أبي داود، رقم الحدیث: ۳۴۲۰، مسند أحمد: ۵/ ۲۱۰،۲۱۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ واقعہ پہلے واقعے سے مختلف ہے۔(فتح الباري: ٤/ ٥٧٥)

علاوہ ازیں اس حدیث میں نبی ﷺ نے اپنی زندگی کی قسم کھائی ہے، حالانکہ غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نبی ﷺ کا خاصہ ہے، اس لیے آپ کے لیے تو اس کا جواز تھا لیکن کسی اور کے لیے اپنی قسم یا اولاد کی قسم یا اللہ کے سوا کسی اور کی قسم بالکل حرام ہے۔

تعلیم قرآن یا دم (جھاڑ پھونک) پر معاوضہ لینے کا مسئلہ:

ان دونوں واقعات سے اکثر علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآنِ کریم کی تعلیم دینے یا دم جھاڑ کرنے پر معاوضہ لینا جائز ہے، نیز قرآنِ کریم کے ساتھ دم کرنا بھی جائز ہے، اس لیے کہ اگر یہ کام ناجائز ہوتے تو نبی ﷺ اس سے منع فرما دیتے اور معاوضہ بھی واپس لوٹانے کا حکم دیتے۔ اور بعض علماء نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں سرے سے تعلیم قرآن یا قراءتِ قرآن کا مسئلہ ہی نہیں ہے کیونکہ اہل قبیلہ نے آکر یہ نہیں کہا تھا کہ انھیں ایسا شخص مہیا کریں جو انھیں قرآن پڑھ کر سنائے یا قرآن کی تعلیم دے؟ انھوں نے تو یہ کہا تھا کہ کیا آپ لوگوں کے پاس اس کا کوئی علاج یا دم ہے؟ (ہمارے مریض کا علاج کردیں) گویا انھوں نے ایک طبیب کا مطالبہ کیا تھا اور شفایاب ہونے پر انھوں نے علاج کا معاوضہ دیا تھا۔ علاوہ ازیں صحابہ نے بھی معاوضہ اس لیے طلب فرمایا تھا کہ ان لوگوں نے ان مسافر صحابہ کی مہمان نوازی نہیں کی تھی جو ان کا بستی والوں پر حق تھا۔ بستی والوں نے اس حق کی ادائیگی میں کوتاہی کی تھی۔ اس لیے صحابہ نے پہلے معاوضہ طے کیا تاکہ اس طرح اپنا حق وصول فرمالیں۔

دوسری رائے کی تائید میں یہ واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بعض اہل صفہ کو قرآنِ کریم کی تعلیم دی تو ان میں سے ایک شخص نے ان کو ایک کمان بطور ہدیہ دی۔ انھوں نے سوچا، یہ کوئی مال تو نہیں ہے بلکہ ایک ہتھیار ہی ہے جس سے میں اللہ کی راہ میں تیراندازی کروں گا، تاہم انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے ضرور پوچھیں گے، چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں آئے اور آکر بطور استفسار آپ کے سامنے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا:

((إن كنت تحب أن تطوق طوقا من نار فاقبلها.)) (سنن أبي داود، رقم الحديث: ٣٤١٦)

''اگر تجھے یہ پسند ہے کہ تجھے آگ کا طوق پہنایا جائے تو اس ہدیے کو قبول کرلے۔''

اس روایت کی سند میں اگرچہ کچھ کلام ہے لیکن دوسرے طرق سے اس کا ازالہ ہوجاتا ہے اور بحیثیت مجموعی یہ روایت صحیح قرار پاتی ہے، چنانچہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح سنن ابی داود میں نقل کرنے کے علاوہ سلسلة الأحاديث الصحيحة میں بھی اس کی سند پر مفصل بحث کرکے اسے اور اس کے ہم معنی روایات کو صحیح کہا ہے۔

(سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث: ٢٥٦)

لیکن دوسرے بعض علماء کے نزدیک سنن ابی داود کی یہ روایت ضعیف اور ناقابل استدلال ہی ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہے کہ جن علماء کی رائے میں سنن ابی داود کی مذکورہ روایت صحیح نہیں، ان کے نزدیک تو مسئلہ واضح ہے کیونکہ صحیح بخاری کی روایت سے اجرت اور معاوضہ لینا ثابت ہے لیکن جن کے نزدیک سنن ابی داود کی روایت بھی صحیح ہے تو پھر دونوں روایات میں جو تعارض ہے، اس کا دور کرنا ضروری اور جمع و تطبیق کا اہتمام لازم ہے، یعنی دونوں قسم کی روایات کی ایسی توجیہ کرنا جس سے تعارض ختم ہوجائے اور موقع و محل کے اعتبار سے دونوں پر عمل کرنا ممکن ہو۔ ہمارے خیال میں تطبیق کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ جس معاشرے اور

ماحول میں مسلمانوں کا تعلق قرآنِ کریم کے ساتھ گہرا ہو اور ہر شخص از خود قرآنِ مجید کے ساتھ رغبت اور اس کو پڑھنے اور سمجھنے کا شوق رکھتا ہو تو وہاں چونکہ قرآنِ مجید کی تعلیم وتعلّم کے لیے زیادہ محنت اور توجہ کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ ہر شخص از خود ہی اپنے مذہبی فریضے کی اہمیت کو سمجھتا اور اس کی ادائیگی کا جذبہ رکھتا ہوگا، وہاں قرآن اور حدیث کے ساتھ اعتنا (تعلق) عام ہوگا۔ ایسے ماحول اور معاشرے میں محض قرآن کی تعلیم پر معاوضہ لینا جائز نہیں ہوگا۔ عہد رسالت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاشرہ بھی یقیناً ایسا ہی تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے تعلیم قرآن پر ہدیہ لینے کو سخت ناپسند فرمایا اور اس پر سخت وعید بیان فرمائی۔

اور جہاں صورتِ حال اس کے برعکس ہو، مسلمان قرآنِ کریم سے بالکل غافل ہوں اور ان کی ساری توجہ صرف دنیاوی علوم اور فنون کی طرف ہو تو ایسے معاشرے اور ماحول میں جب تک قرآنِ کریم کی تعلیم وتعلّم اور تبلیغ وتدریس کے لیے خصوصی محنت نہیں کی جائے گی، اس وقت تک مسلمانوں کا تعلق قرآنِ کریم اور قرآنی تعلیمات کے ساتھ برقرار رکھنا نہایت مشکل ہوگا، جیسے آج کل بدقسمتی سے ہمارا معاشرہ ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں مسلمانوں کا قرآنِ کریم اور اسلام کے ساتھ تعلق بالکل واجبی سا ہے اور وہ بھی ان مساجد اور مدارس دینیہ کی وجہ سے ہے جن میں علماء معاوضہ لے کر قرآن اور حدیث کی تعلیم دیتے ہیں۔ اگر آج یہ فتویٰ دے دیا جائے کہ قرآن اور حدیث کی تعلیم پر معاوضہ لینا حرام ہے تو ظاہر بات ہے کہ وہ علماء جو رات دن قرآنِ مجید کی تعلیم وتدریس یا تبلیغ ودعوت میں مصروف ہیں اور جن کی مساعی (کوششوں) کی بدولت معاشرے میں کچھ نہ کچھ اسلامی جذبات موجود اور اسلامی اقدار وروایات کا تصور زندہ ہے، انھیں تعلیم وتبلیغ کا یہ سلسلہ موقوف کر کے کوئی اور ذریعۂ معاش اختیار کرنا پڑے گا، اور خدانخواستہ اگر ایسا ہوگیا تو پھر یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ مسلمانوں کا کتنا تعلق قرآن اور اسلام کے ساتھ باقی رہ جائے گا؟ اس معاشرے اور ماحول کے پیش نظر یقیناً یہ کہنا صحیح ہوگا کہ جن علماء نے اپنے آپ کو قرآن اور حدیث کی تعلیم وتدریس یا تبلیغ ودعوت کے لیے وقف کیا ہوا ہے، ان کا معاوضہ لے کر بھی یہ کام کرنا ایک بڑا جہاد ہے، چہ جائیکہ اس معاوضے کو حرام قرار دے کر اس سلسلۂ خیر کو ختم کرنے کی اور مسلمانوں کا تعلق قرآنِ کریم سے بالکل منقطع کرنے کی سعی کی جائے۔

اس موقف کی تائید خود رسول اللہ ﷺ کے طرزِ عمل سے بھی ہوتی ہے کہ جب بستی والوں نے مسافر صحابہ کی مہمان نوازی نہیں کی تو آپ نے ان سے معاوضہ لینے کی نہ صرف تحسین کی بلکہ اسے بہترین معاوضہ قرار دیا جس سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ بعض احکام ومسائل میں حالات وظروف (زمان ومکان) کا بھی اعتبار ہوتا ہے، تاہم اس کا فیصلہ علمائے ربانی ہی کر سکتے ہیں جن کے دل ایمان وتقویٰ سے اور اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی سے معمور ہوں۔ اس کی دوسری شرعی نظیر یہ ہے کہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مؤذن کے متعلق فرمایا ہے کہ ایسے شخص کو مقرر کیا جائے جو اذان پر اجرت نہ لے۔ (إرواء الغليل، رقم الحديث: ١٤٩٢)

لیکن آج پورے عالم اسلام میں اس کے برعکس تنخواہ دار مؤذن مقرر ہیں اور علماء نے اسے بھی اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں قبول کرلیا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو مسجدوں کی حفاظت ونگرانی اور بروقت اذانوں کا اہتمام بہت مشکل ہوتا۔ اسی مشکل کے پیش نظر علمائے اسلام نے اس مسئلے میں بھی اسلام اور مسلمانوں کے عمومی مفاد کی خاطر لچک کا مظاہرہ کیا ہے۔

ایک اجتہادی مثال:

اس کی ایک اجتہادی مثال زکاۃ کے مصارف میں ''فی سبیل اللہ'' کا مفہوم ہے۔ جمہور علماء اسی بات کے قائل چلے آرہے ہیں کہ اس سے مراد جہاد، یعنی اللہ کے راستے میں لڑنا ہے جب کہ بعض علماء اس میں وسعت کے قائل ہیں اور وہ اس سے ہر کارِ خیر مراد لیتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کے نزدیک ہر رفاہی اور بھلائی کے کام میں زکاۃ کی رقم استعمال ہوسکتی ہے، تاہم دلائل کے اعتبار سے جمہور علماء کا موقف صحیح

ہے کیونکہ قرآن میں یہ مصارف ﴿إِنَّمَا﴾ [التوبة: ٦٠] کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ اور یہ لفظ تحدید اور حصر کا تقاضا کرتا ہے، اگر فی سبیل اللہ کو عام کردیا جائے تو یہ حصر بے معنی ہوجاتا ہے لیکن اس کے باوجود بعض جدید علماء نے، جو جمہور ہی کی رائے کو صحیح قرار دیتے ہیں، جہاد کے مفہوم میں وسعت پیدا کرکے اسلام کی تعلیم وتبلیغ، دعوت اور اس کی نشر واشاعت وغیرہ کی تمام کوششوں کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے ان کے نزدیک مدارسِ دینیہ، دینی کتابوں کی نشر واشاعت، دینی رسائل ومجلّات اور کفار کی جیلوں میں قید بے کس اور بے سہارا علماء وداعیانِ اسلام پر زکاۃ کی رقم خرچ کرنا جائز ہے اور یہ فی سبیل اللہ کے مفہوم میں شامل ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: فقه الزكاة للقرضاوي، بحث مصارف زکاۃ)

اسی نقطۂ نظر سے، جس کی ہم وضاحت کررہے ہیں، نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے فی سبیل اللہ کے مفہوم میں علمائے دین کو بھی شامل کیا ہے، چاہے وہ مال دار ہی ہوں۔ اور کہا ہے کہ ان پر زکاۃ کی رقم خرچ کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ اہم تر ہے۔ کیوں کہ ان کے ذریعے ہی سے دین اسلام کا تحفظ اور شریعت کی بقا ممکن ہے، چنانچہ الروضة الندية میں لکھتے ہیں:

((ومن جملة سبيل الله الصرف في العلماء الذين يقومون بمصالح المسلمين الدينية، فإن لهم في مال الله نصيبا، سواء كانوا أغنياء أو فقراء، بل الصرف في هذه الجهة من أهم الأمور لأن العلماء ورثة الأنبياء وحملة الدين وبهم تحفظ بيضة الإسلام وشريعة سيد الأنام.)) (الروضة الندية: ١/ ٢٧١)

''فی سبیل اللہ کے تمام مصارف میں سے ایک مصرف علماء کا ہے جو مسلمانوں کی دینی مصلحتوں اور ضروریات کا انتظام کرتے ہیں، ان کے لیے بھی اللہ کے مال میں حصہ ہے، چاہے وہ مال دار ہوں یا فقیر، بلکہ اس مصرف پر خرچ کرنا بہت زیادہ اہم ہے کیوں کہ علماء انبیاء کے وارث اور دین کے علم بردار ہیں، انھی سے اسلام اور سردارِ کائنات کی شریعت کی حفاظت ہوتی ہے۔''

اربابِ مساجد ومدارس کے طرزِ عمل میں اصلاح کی ضرورت:

اسی زیرِ بحث حکمتِ عملی اور مصلحتِ دینی کے پیشِ نظر، دینی مدارس اور مساجد کے منتظمین کا رویہ بھی اصلاح اور غور کے قابل ہے۔ جو حضرات دینی مدارس کا قیام عمل میں لاتے ہیں یا مساجد کی تعمیر اور ان کا انتظام کرتے ہیں یا ان میں تعاون کرتے ہیں، بلاشبہ یہ بات ان کے ایمان اور تقویٰ کی علامت اور خدمت دین کے جذبے سے سرشار ہونے کی مظہر ہے لیکن عام طور پر ابھی تک مدارس دینیہ میں پڑھانے والے اساتذہ اور مساجد کے ائمہ اور خطباء کی تنخواہیں، دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں کام کرنے والوں کی تنخواہوں کی مقابلے میں انتہائی حقیر اور بہت تھوڑی ہیں جس کی وجہ سے کھاتے پیتے اور متوسط گھرانے کے بچے دینی تعلیم کی طرف نہیں آتے، نہ ان کے والدین ہی ان کو اس طرف آنے دیتے ہیں حتی کہ خود دینی مدارس کا انتظام کرنے والے بھی اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے میں، ان کے مستقبل کے نقطۂ نظر سے تأمل کرتے ہیں، چنانچہ وہ ایک طرف مدرسوں کا انتظام کرتے ہیں لیکن دوسری طرف اپنے بچوں کو اس بہترین تعلیم سے بالکل محروم رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے اس کی وجہ اس کے علاوہ کوئی نہیں کہ دینی مدارس اور مساجد سے وابستہ علماء کی تنخواہیں اور دیگر مراعات بہت قلیل ہیں۔ وہ آج بھی، جب کہ مہنگائی عروج پر ہے اور زندگی کی آسائشوں نے ضروریاتِ زندگی کی سی اہمیت حاصل کرلی ہے، نہایت قلیل یا تھوڑے مشاہروں پر کام کررہے ہیں۔ اور یہ دینی مدارس اور مساجد کا انتظام کرنے والے اپنے بچوں کو اس ''امتحان'' میں ڈالنا پسند نہیں کرتے۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ موجودہ علماء تو لشتم پشتم (کسی نہ کسی طرح) اپنا وقت دین کی خدمت میں گزار دیتے ہیں لیکن اپنے بچوں کو اپنی دینی مسند کا وارث اور جانشین نہیں بناتے کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ

معاشرے نے انھیں وہ مقام اور مرتبہ نہیں دیا جس کے وہ ٹھیک طور پر مستحق تھے۔ بعض علماء اگر کوشش بھی کرتے ہیں تو بچوں کی مائیں یا خود بچے اس معاملے میں ان سے تعاون نہیں کرتے کیوں کہ ان کے سامنے اپنے شوہروں اور باپوں کی صورتِ حال اور کسمپرسی ہوتی ہے۔ اس کا دوسرا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دینی مدارس میں کچھ ذہین لڑکے آجاتے ہیں تو وہ پڑھنے کے دوران ہی میں یا بعد میں دنیاوی تعلیم حاصل کرکے یا کوئی نہ کوئی دنیاوی کورس کرکے اپنی لائن بدل لیتے ہیں اور مساجد و مدارس سے وابستگی کو بہتر مستقبل کا آئینہ دار تصور نہیں کرتے۔ جیسے صدر ضیاء الحق کے دور میں دینی مدارس سے فارغ التحصیل علماء کو یہ سہولت دی گئی کہ اسکولوں میں وہ بطور ٹیچر ملازمت کرسکتے ہیں یا میٹرک کی سند کے ساتھ ایسا کرسکتے ہیں تو نئے نئے فارغ ہونے والے علماء کی ایک بہت بڑی تعداد اسکولوں سے وابستہ ہوگئی بلکہ بہت سے ادھیڑ عمر کے علماء بھی کسی نہ کسی طرح کوشش کرکے ''ٹیچر'' بننے میں کامیاب ہوگئے۔ اور اسی طرح جب وفاق کی سند کو ایم۔اے کے برابر قرار دینے کا اعلان کیا گیا تو یونیورسٹیوں کے اربابِ بست وکشاد (اصحابِ اختیار) نے اگرچہ اس فیصلے کو خوش دلی سے تسلیم نہیں کیا لیکن بعض جگہ اس اعلان (نوٹیفکیشن) کی وجہ سے انھیں ہتھیار بھی ڈالنے پڑے اور اس طرح کچھ علماء کالجوں اور یونیورسٹیوں کی زینت بن گئے۔

یوں اوّل تو معاشرے کا جوہر قابل اور معزز سمجھے جانے والے گھرانوں اور خاندانوں کے بچے دینی مدراس کا رخ ہی نہیں کرتے حتیٰ کہ کوئی بچہ اگر دینی مدارس کا رخ کرنا بھی چاہے تو اسے جبراً روک دیا جاتا ہے۔ دوسرا اگر کوئی ذہین بچہ اور جوہر قابل مدرسے میں آ بھی جاتا ہے تو وہ فارغ ہوکر یا دورانِ تعلیم ہی میں اپنا رخ اور اپنا مقصد زندگی بدل لیتا ہے اور پھر انھی مادیت کی تاریکیوں میں گم ہوجاتا ہے جس میں ساری قوم ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے۔ نتیجتاً دینی مدارس سے فارغ ہونے والی کھیپ میں، جو دینی خدمت ہی کے کسی دائرے سے وابستہ رہنے کی خواہش مند ہوتی ہے، اپنے دینی جذبے کی وجہ سے یا کسی دوسری اہلیت کے فقدان کی وجہ سے، اس میں نہ کوئی تدریس کے قابل ہوتا ہے، نہ امامت اور خطابت کی صلاحیت سے بہرہ ور اور نہ تصنیف وتالیف اور انشاء وتحریر کے ذوق سے آشنا۔ إلا ما شاء الله.

حالانکہ اس وقت اسلام کو مغرب اور اس کی ملحدانہ تہذیب اور سائنس سے شدید خطرہ ہے، اس کے مقابلے کے لیے ایسے قابل جوہر کی بڑی ضرورت ہے جو دینی علوم میں رسوخ اور مہارت حاصل کرکے اس کی سیاسی وتہذیبی یلغار کو بھی روکیں اور اس کے سائنسی علوم کی برتری کو بھی چیلنج کریں جس کی بنیاد ہی پر اس کی حیا باختہ تہذیب اور بے دین سیاسی فکر پورے عالم میں فروغ پا رہی ہے حتیٰ کہ پوری اسلامی دنیا بھی اس کی لپیٹ میں اور اس کے سحر کے افسوں میں گرفتار ہے۔

ہم ہوئے، تم ہوئے کہ میرؔ ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

اس صورتِ حال کا تقاضا تو یہ تھا کہ ایسی صورتیں اختیار کی جاتیں جن سے دینی تعلیم کو فروغ ملتا اور دینی علوم میں مہارت اور رسوخ حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی ہوتی تاکہ ذہین افراد اور جوہر قابل بھی اس طرف آتے اور معزز گھرانوں کے چشم وچراغ بھی دینی مسندوں اور منبر ومحراب کو رونق بخشتے۔ اور یوں علماء کا وقار اور احترام بھی بحال ہوتا، دینی قدروں اور جذبوں کو بھی فروغ ملتا اور مغرب کے جدید چیلنج کا مقابلہ بھی کیا جاسکتا۔

یاد رکھیے! جب تک معزز سمجھے جانے والے خاندانوں کے افراد دینی علوم سے بہرہ ور ہوکر دینی مناصب کو اختیار نہیں کریں گے، اس وقت تک معاشرے میں نہ دین کا وقار بحال ہوگا نہ اہل دین کا، اور جب اپنے ہی معاشرے میں دین اور اہل دین بیگانہ ہوں گے تو اس چیلنج کا مقابلہ کون کرے گا جو دین اسلام کو اس وقت درپیش ہے؟ جب کہ اس چیلنج کا مقابلہ کیے بغیر نہ تو اسلام محفوظ ہے اور نہ عالم اسلام کا وقار ہی محفوظ ہے۔

پس چہ باید کرد:

اس کا حل اور علاج یہی ہے کہ مدارس اور مساجد کے منتظمین اپنے روپے میں تبدیلی پیدا کریں، وہ لاکھوں روپیہ سالانہ مدرسوں کی ضروریات پر خرچ کرتے ہیں، اور یوں کروڑوں روپیہ سالانہ مدارس اور مساجد پر خرچ ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا انتظام فرما رہا ہے، اگر وہ اپنے لاکھوں کے بجٹ میں تھوڑا سا اضافہ کر کے اپنے مدارس اور مساجد سے وابستہ علماء کی تنخواہوں، مراعات اور رہائش وغیرہ کا بھی معقول انتظام کر دیں تو یقیناً اس کا بھی انتظام اللہ تعالیٰ فرما دے گا۔

ان کے اس اقدام سے یقیناً علماء کی حوصلہ افزائی اور دینی علوم کی قدر افزائی ہوگی۔ اور دینی علوم کی یہ قدر افزائی جیسے جیسے عام ہوگی، ویسے ویسے جوہر قابل بھی اس طرف رخ کریں گے اور معزز گھرانوں کے نونہال بھی اس تعلیم سے نہال ہوں گے اور اس سے دینی اقدار وروایات کو بھی فروغ حاصل ہوگا اور پھر ان ہی میں سے ایسے دیدہ ور بھی پیدا ہوں گے جو عصر حاضر کے سیاسی، فکری اور تہذیبی چیلنجوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہوں گے۔

(منقول از تفسیر سورۃ الفاتحہ، مطبوعہ دارالسلام)

رشتوں کا بندھن اخلاص کے ساتھ

لڑکی B.A جٹ فیملی ۲۴ برس، ۲۳ برس ایم۔اے مغل لڑکی، ۲۵ برس ایم۔اے مغل لڑکی، ۲۴ برس لڑکی ارائیں ایم۔اے (جاری)، ۲۶ سالہ لیکچرار ایم فل لڑکی، ۲۸ سالہ ایم۔اے فزکس لڑکی، MSc ۲۷ سالہ لڑکی، ۲۶ سالہ مغل M.A جاری، حافظ قرآن میٹرک ۲۲ سالہ، ۲۴ سالہ ایم۔اے اسلامیات کے علاوہ بے شمار لڑکیوں کے رشتے موجود ہیں۔ احباب مسلک اہل حدیث سے وابستہ افراد کا رابطہ کرائیں۔ سیکنڈ، لیٹ میرج، طلاق یافتہ، خلع یافتہ بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔ (**ملک فخر** فون: 0321-7290929 -0300-0332- 4466705)

تقریب بخاری شریف

دارالحدیث اوکاڑہ کی ۵۴ ویں سالانہ تقریب بخاری شریف ۲۸ جون ۲۰۱۲ء بروز جمعرات بعد نماز عصر منعقد ہوگی۔ مولانا حافظ عبدالرزاق ساجد بعد عصر خطاب کریں گے۔ اور مفتی ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد (میاں چنوں) بخاری شریف کی آخری حدیث پر فاضلانہ درس ارشاد فرمائیں گے، ان شاء اللہ۔ پروگرام میں شیوخ الحدیث جید علماء اور دیگر خطباء شرکت فرمائیں گے۔ احباب سمیت شرکت فرما کر مستفید ہوں۔

(عبداللہ یوسف مدرسہ دارالحدیث اوکاڑا۔ فون: 0312-4403173/044-2521460)

دعائے صحت

حافظ محمد ادریس غفاری امام ومدرس جامع اہل حدیث شام کوٹ نو ضلع قصور عرصے سے علیل ہیں اور جناح ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ رب العزت اُن کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے، آمین۔ (عبدالرحیم اظہر الکریمی ڈیروی، محترم کامران بھائی صاحب، محترم عبدالمالک، محترم عبدالغنی بھٹہ، محترم عبدالوہاب مدیر مکتبہ قرآن وسنت ڈیرہ وغیرہ)

محترم پروفیسر عبدالرحمٰن مکی کو صدمہ بیٹے کا انتقال پر ملال

جماعۃ الدعوۃ پاکستان کے مرکزی راہنما محترم پروفیسر عبدالرحمٰن مکی صاحب کے جواں سال بیٹے عبدالمحسن ۱۷/ جون ۲۰۱۲ء بروز اتوار قضائے الٰہی سے وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ کریم مرحوم کو جنت الفردوس عطا کرے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔

ہم مرحوم کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور پروفیسر مکی صاحب کے غم میں شریک ہیں۔ (ادارہ)

سیرت وسوانح

قسط نمبر ④ آخری

استاذ الاساتذہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن بن یاسین ازہری

حیات وخدمات

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالجبار الفریوائی (استاذ حدیث جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، رياض)

ازہری صاحب کا دارالدعوۃ سے ربط وتعلق:

دارالدعوۃ (لال گوپال گنج الہ آباد) کا قیام ۱۹۷۵ء میں عمل میں آیا تا کہ الہ آباد وپرتاب گڑھ اور ان دونوں ضلعوں کے قرب وجوار میں دعوت وتعلیم کے کام کو منظم کیا جائے، (۱۹۸۲ء) میں لال گوپال گنج میں ایک پرائمری مدرسہ دعوۃ الاسلام کے نام سے کھولا گیا اور دھیرے دھیرے دعوت وتبلیغ اور تعلیم کے میدان میں کام ہوتا رہا، بارہ سال پہلے عربی اور اسلامی تعلیم اور حفظ قرآن کریم کا نظم قائم ہوا، اور دہلی میں بھی دارالدعوۃ کے نام سے صحیح اسلام کے تعارف کے عنوان سے کتب حدیث وتفسیر اور اسلامی کتابوں کی تیاری اور اشاعت کا کام شروع کیا گیا، اور شروع ہی سے علماء اور فضلاء کا بھرپور تعاون حاصل رہا، مولانا عبدالوحید صاحب ناظم جامعہ سلفیہ کو بھی اس علاقہ میں دعوتی اور تعلیمی کام کو منظم کرنے کی فکر تھی، اور وہ میری اس سلسلے میں ہمت افزائی بھی کرتے تھے، شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مبارک پوری رحمہ اللہ نے ایک بار مجھ سے عرض کیا کہ پریوا مشہور اہل حدیث بستی ہے، اور ان دونوں ضلعوں میں کئی گاؤں اہل حدیثوں کے ہیں اور جگہ جگہ مسلک سے جڑے لوگ موجود ہیں، لیکن دعوت وتعلیم کے میدان میں کوئی پیش رفت تعجب ہے کہ قدیم زمانے سے نہیں ہو پائی، میں نے عرض کیا کہ علاقہ میں دعوتی کام کرنے والوں کی کمی اور علماء کی قلت اور اہل حدیث آبادی کی بھی قلت اس کے اسباب ہیں، اور اس علاقہ سے جن لوگوں نے بھی علم دین حاصل کیا، انہیں ملازمت کے لیے باہر ہی رہنا پڑا، چنانچہ قدیم زمانہ سے مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی اور ان کے بھانجے مولانا محمد یونس دہلی کے ہو رہے، بعد میں مولانا محمد یونس کراچی چلے گئے، دو تین آدمیوں کے علاوہ اس علاقہ میں کوئی عالم دین ہے ہی نہیں کہ وہ اس سلسلہ میں کوئی پیش رفت کر سکے، اسی لیے جب لال گوپال گنج میں ایک قطعہ زمین مسجد اور مدرسہ کے لیے حاصل ہوگئی تو شیخ الحدیث، ناظم عبدالوحید صاحب، حافظ محمد عباس صاحب، حاجی محمد الیاس صاحب، اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اور ازہری صاحب سبھوں نے اپنی دلچسپی دکھائی کہ یہاں جلد از جلد مسجد کی تعمیر ہونی چاہیے، چنانچہ مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ سے کہہ کر ان بزرگوں نے اس اہم کام کو کرایا، اور اس کے بعد الحمد للہ کام آگے بڑھتا رہا، دارالدعوۃ لال گوپال گنج کی مجلس کے آپ ممبر بھی تھے، دارالدعوۃ نے تبلیغی دورے اور دعوتی کانفرنسوں اور حفظ قرآن کے انعامی مقابلوں کا اہتمام کیا، کئی سیمینار منعقد کئے، ازہری صاحب کی ان سارے پروگراموں میں شرکت گویا کہ واجبی چیز تھی بلکہ آپ کے مشورے اور ہدایات کے مطابق کارکنان کام کرتے رہے، آپ کی ان پروگراموں میں شرکت ان کی کامیابی کے ساتھ ساتھ شریک علماء وفضلاء جن کی اکثریت آپ کے شاگردوں اور متوسلین کی تھی ان سب کے لیے بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر دعوت وتعلیم کے مسائل پر غور وخوض اور مشورے کا ایک موقع ہاتھ آجاتا تھا، ازہری صاحب کی طبیعت ہمیشہ دینی اور تعلیمی کاموں میں تعاون کی رہی، اور دارالدعوۃ کے ساتھ کچھ زیادہ ہی یہ تعاون دیکھنے میں آیا، ایک بار ایسا ہوا کہ دوران تقریر دارالدعوۃ ہی کے ایک پروگرام میں آپ نے یہ بات کہی کہ شروع میں دارالدعوۃ کے قیام سے متعلق میرے دل میں انشراح نہیں تھا، لیکن من باب تعاون علی الخیر میں اس کے پروگراموں سے جڑا رہا، لیکن

آج میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میری یہ سوچ صحیح نہیں تھی اور اس ادارے کا یہاں پر قیام بہت صحیح اور مناسب قدم تھا اور اس کے فوائد اب سب کے سامنے ہیں، اس علی الاعلان اعتراف پر مجھے جہاں ایک طرف تعجب ہوا کہ اتنی قربت کے باوجود آپ نے کبھی نہ مجھ سے اور نہ ادارہ کے اور دوسرے افراد سے اس طرح کی کبھی کوئی بات کہی اور نہ کبھی اس عدم انشراح کی طرف اشارہ ہی کیا، اور خوشی اس بات کی تھی کہ اس علاقہ میں اس ادارہ کی افادیت نے آپ کو اس اعتراف پر مجبور کیا۔ فالحمدللہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات .

ازہری صاحب رحمہ اللہ نے دار الدعوۃ الہ آباد، اور اس کے تعلیمی ادارے جامعہ ابی ہریرہ الاسلامیہ اور دار الدعوۃ دہلی سے متعلق اپنے تاثرات اور خیالات کا اظہار اپنی مختلف تحریروں میں کیا ہے، جن میں سے سنن ابی داود، سنن ابن ماجہ پر آپ کے مقدمات اور شعبہ تخصص سے متعلق کانفرنس کے موقع پر آپ کا صدارتی خطبہ ہے جو کہ مطبوع ہے، محترم ابو القاسم شاد عباسی بنارسی بن حافظ محمد عباس نے دار الدعوۃ سے متعلق ایک نظم لکھی، بچپن میں وہ پریوا آتے تھے، ان کی نظم بڑی معنی خیز اور کامیاب مقاصد کی عکاس ہے، ازہری صاحب دار الدعوۃ کے پروگراموں میں ایک سے زائد بار اس کو پڑھواتے، اپنے خطبہ صدارت میں بھی اس کے کئی اشعار نقل کئے ہیں۔

دار الدعوۃ الحمد للہ اپنے مقاصد میں کامیابی کی راہ پر رواں دواں ہے، اور اب یہ حقیقت ہے کہ جامعہ ابی ہریرہ الاسلامیہ کی موجودگی ایک زندہ حقیقت ہے، اگر اس کا کریڈٹ کسی کو جاتا ہے تو ان میں سرفہرست اساتذہ کرام بالخصوص ازہری صاحب اور ان کے تلامذہ ہیں، ایک بات کا تذکرہ یہاں پر مناسب ہے کہ ہم نے جتنے بھی دعوتی، تعلیمی یا تصنیفی منصوبے بنائے، ازہری صاحب نے سب پر موافقت فرمائی، اور اپنا تعاون دیا، ہندوستان میں بڑے دینی مدارس، جن میں ایک جامعہ سلفیہ بھی ہے، میں تخصص کے شعبے قائم ہیں، بعض عرب دوستوں نے یہ مشورہ دیا کہ جب اب تعلیم عام ہوگئی ہے اور کئی ملکوں کے پرائیوٹ تعلیمی ادارے تخصص کے شعبے قائم کئے ہوئے ہیں، اور وہ طلبہ کو فیس ادا کرنے کے بعد ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں دیتے ہیں تو برصغیر کے دینی اور تعلیمی ادارے جو بھرپور طور پر درس نظامی کی تعلیم دیتے ہیں اور ان ہی اداروں کے علماء وفضلاء کی علمی کتابوں اور ان کی شخصیات پر اسلامی عربی یونیورسٹیوں میں تحقیقی مقالے لکھے جارہے ہیں تو اب ہمارے دینی بھائیوں کو بھی یہ اہتمام کرنا چاہئے کہ وہ اپنے یہاں تخصص کے شعبے کھولیں اور اس کا پہلا مقصد یہ ہو کہ اساتذہ کرام کو ان شعبوں سے ڈگریاں دی جائیں تاکہ تعلیمی اور تصنیفی تجربہ بڑھے، اور پرائیوٹ طور پر جدید اصطلاح کی ڈگریاں دینا کوئی معیوب اور قابل اعتراض بات نہیں ہے، ہمارے سامنے یمن، بیروت، اور سوڈان وغیرہ کے علاوہ یورپ اور امریکہ کے پرائیوٹ تعلیمی اداروں کی اس باب میں کارکردگی موجود ہے اگر برصغیر کے مدارس ایسا کریں تو اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے، اس فکر کو آگے بڑھانے کے لیے ہمارے بعض دوستوں نے ہندوستان کا سفر بھی کیا، اور میں نے دو تین سال پہلے اس سلسلے میں ایک کانفرنس بھی کی، اور عملی طور پر انتساب کے ذریعے بعض طلبہ کا داخلہ بھی لیا اور ان کے امتحانات بھی ہوئے، اور چونکہ عرب دنیا میں اس کا رواج ہے اس لیے وہاں کے لیے یہ عام سی بات ہے لیکن برصغیر میں ابھی لوگ اس کے عادی نہیں ہیں اس لیے ابھی کوئی خاص پیش رفت نہیں ہو پائی، ایک مقالہ امام شوکانی کے مسائل حج سے متعلق فقہی آراء پر تھا، اس کے لیے مقالہ کے سپر وائزر، مقالہ نگار سعودی عرب سے آئے، اور میں نے اور ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری نے جامعہ میں اس مقالے کا مناقشہ کیا، اور سامعین اس سے محظوظ ہوئے، عرب دوستوں نے اعتراف کیا کہ ڈاکٹر ازہری بڑے فاضل استاذ ہیں اور اس باب میں بھی آپ کی ہنرمندی اور صلاحیت واضح ہے۔

شروع میں ازہری صاحب نے کہا کہ فقہ میرا تخصص نہیں ہے، تو مجھ سے اس مقالہ کے مناقشہ سے طالب علم کو کیا فائدہ ہوگا، میں نے عرض کیا کہ مدینہ یونیورسٹی میں مولانا محمد گوندلوی اور مولانا عبدالغفار

حسن رحمانی دینی مدارس کے فضلاء اور مدرسین ہی تھے جنہوں نے وہاں نسلوں کی تربیت کی آپ تو شروع سے آج تک دینی علوم وفنون کی تدریس کے ساتھ ساتھ اس سے متعلق تصنیف وتالیف اور ترجمہ کا کام بھی کررہے ہیں، اور عملاً جدید تعلیم کے تجربے سے خود گزر چکے ہیں، اوراز ہر سے لے کر علی گڑھ کا تجربہ آپ کے پاس ہے، اسی طرح سے میں نے ازہری صاحب سے اقتضاء الصراط المستقیم کی تلخیص کے ترجمہ کے لیے کہا تو فوراً اس کا ترجمہ کردیا، نواب صدیق حسن کی فارسی کتاب الاکسیر فی اصول التفسیر کو عربی میں میرے کہنے ہی پر منتقل کیا۔

میں نے علماء اور مشائخ اور کارکنانِ دعوت وخدام مسلک کے کارناموں کے اعتراف کے لیے والد صاحب کے نام پر فریوائی اکیڈمی سے عبدالجبار فریوائی ایوارڈ کا گیارہ سال پہلے جب منصوبہ بنایا تو ازہری صاحب کے سامنے رکھا تو اس سے نہ صرف یہ کہ خوش ہوئے بلکہ ہمت افزائی کی اور تاحیات جن شخصیات کو یہ ایوارڈ دیئے گئے اس کے مشورہ میں بھی شریک تھے۔

دارالدعوۃ کی کتابوں کی اشاعت کی تاخیر کے بارے میں آپ کو تشویش رہتی تھی جب اس راہ کی مادی اور معنوی مشکلات کی تفصیل میں نے آپ کے سامنے رکھ دی تو اس پر اطمینان کا اظہار کیا، فی الجملہ علماء وفضلاء بالخصوص شاگردوں کے ساتھ لطف کا معاملہ فرماتے اور بہت سارے لوگ عربی اور اردو میں آپ ہی کی ہمت افزائی سے لکھنے اور چھپنے لگے جو معروف ومشہور بات ہے، فضیلت سال اول میں میں نے اردو میں ایک انعامی مقابلے میں ایک مضمون تیار کیا جس کا عنوان تھا برصغیر میں اہل حدیث کی تفسیری خدمات جو مجلّہ صوت الجامعہ میں شائع ہوا، اور بعد میں میں نے اس کی تعریب کی، اور بی اے کے سالوں میں مدینہ میں ہندوستان میں خدمت حدیث کے نام سے معلومات عربی میں مرتب کی، اور اسی کو کلیۃ الشریعہ کے آخری سال میں مقالہ کی شکل میں پیش کیا، جس کے مشرف مولانا عبدالغفار حسن رحمانی رحمہ اللہ تھے، ازہری صاحب سے برابر خط وکتابت اور مجلّہ کے لیے علماء کے مضامین کے بھیجنے سے متعلق کاموں کی وجہ سے ادارۃ البحوث میں جو کچھ ہوتا تھا اس کے بارے میں پوری معلومات رہتی تھی، پہلے خدمات حدیث سے متعلق قسط وار پوری کتاب صوت الامہ میں شائع ہوئی، اور ۱۴۰۰ھ کی جامعہ سلفیہ کی کانفرنس میں جب میں پہنچا تو پتا چلا کہ میں دو کتابوں کا مؤلف بن گیا ہوں:

۱: جهود مخلصة فی خدمة السنة المطهرة۔

۲: جهود أهل الحديث فی خدمة التفسير۔

اسی طرح سے جامعہ اسلامیہ میں شعبہ حدیث سے ایم اے کی ڈگری کے لیے جب میں نے کتاب الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر للجورقانی کی تحقیق شروع کی تو کچھ دن کے بعد موضوع بدل کر مجھے کتاب الزہد للامام وکیع بن الجراح کی تحقیق کا کام ملا، لیکن میں نے پہلی کتاب کی تحقیق وتخریج مکمل کرلی، تو اسے ازہری صاحب نے جامعہ سلفیہ سے دوجلدوں میں شائع کیا، بعد میں دوسری کتابیں اور رسائل سب بلا کسی تعویق کے جامعہ سے چھپتی رہیں، اور اکثر کتابیں ایک سے زائد مرتبہ چھپیں، سب پر آپ نے مقدمہ بھی تحریر فرمایا، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ لکھنے پڑھنے کے حوالے سے آپ کا معاملہ ہمیشہ ہمت افزائی کا تھا۔

دینی اور تعلیمی اداروں اور شخصیات سے تعلق اور تعامل:

علمائے اہل حدیث کی سیرت میں یہ بات ملے گی کہ انہوں نے دین، علم، معاشرہ اور سیاست کے میدانوں میں ہمیشہ اجتماعیت کا مظاہرہ کیا، ملک کی آزادی میں سیاسی جماعتوں کے ساتھ مل کر کام کرنا ہو یا ندوۃ تحریک اور جمعیت علماء ہند کے اسٹیج سے ملی جدوجہد میں شرکت یا آزادی کے بعد مسلم پرسنل لا وغیرہ اداروں کے ساتھ تعاون ہر جگہ آپ کو واضح تعاون کی مثالیں مل جائیں گی، جامعہ سلفیہ جماعت اہل حدیث کا نمائندہ ادارہ تھا، اس کے اسٹیج سے اسلامی اور عربی تعلیم اور اسلامی صحافت کا کام ہوا، اور جامعہ کی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں دوسری جماعتوں کی برابر واضح نمائندگی رہی، یہ سب کام ازہری صاحب کی قیادت میں ہوا، اور اس کے اچھے نتائج بھی برآمد ہوئے، ابھی میں مدینہ منورہ میں تعلیم کے آخری مراحل میں تھا کہ محترم ڈاکٹر

منظور عالم جو مجمع ملک فہد میں کام کرتے تھے اور ہندوستان میں ان کے پاس کام کرنے کا منصوبہ تھا، ازہری صاحب سے موصوف نے مدینہ منورہ میں ملاقات کی ، اور جب انہوں نے دہلی میں مسلم اونجکٹو انسٹی ٹیوٹ کی بنیاد ڈالی تو ازہری صاحب نے بھی اس کی ممبری قبول کی، مجھے بھی اس کا ممبر بنایا گیا، اور ہم لوگوں نے ایک سے زائد بار اس کے اور اس کے ذیلی ادارہ اسلامی فقہی اکیڈمی کے پروگراموں میں شرکت کی ، اور ازہری صاحب، مولانا شمس پیرزادہ، اور ناچیز کی رائے یہ تھی کہ عملاً اس سلطانی جمہور کے زمانے میں ان دونوں اداروں سے کسی دیرپا مفید پروگرام یا خدمت کی توقع بہ ظاہر نظر نہیں آتی ،لیکن اس ملی فورم کے ساتھ تعاون سے اس بات کی توقع ہے کہ شاید یہ ادارے ملک کے لیے مفید ثابت ہوں۔

سورج کنڈ میں منعقد ہونے والے ایک بڑے پروگرام میں ازہری صاحب نے مجھے اور مولانا عبدالوہاب حجازی کو بھیجا میں نے ازہری صاحب سے عرض کیا کہ لگتا ہے کہ یہ ادارہ آل انڈیا پیمانے کی کوئی سیاسی تنظیم بنانے کی سوچ رہا ہے،تو آپ نے اس پر ناراضی کا اظہار کیا کہ یہ قیاس آرائی قبل ازوقت ہے، جب ہم دونوں اور مہمانوں کے ساتھ نظام الدین دہلی سے سورج کنڈ کے اجتماع گاہ میں پہنچے تو پتا چلا کہ سارا اجتماع آل انڈیا ملی کونسل کی داغ بیل پر ہے، میں نے اس نئی سیاسی جماعت کے بنانے کی تاریخ ہند کی روشنی میں مخالفت کی ،لیکن ملی کونسل کا اعلان ہوگیا اور اس سے ملت کی خیرخواہی کی آرزوئیں اور تمنائیں جڑگئیں، اتنے سال کے بعد اس جماعت نے قوم اور ملک کو کیا فائدہ پہنچایا، یہ قارئین خود معلومات حاصل کرکے فیصلہ کرلیں۔

محترم ڈاکٹر محمد یونس نگرامی ندوی رحمہ اللہ نے لکھنؤ میں ایک ادارہ جمعیت المثقفین کے نام سے بنایا تھا، ازہری صاحب بھی اس کے ممبر تھے،کویت پر صدامی حملے کے نتیجے میں پیدا ہونے والے خلیجی بحران کے موقع پر ڈاکٹر صاحب نے ایک پروگرام حرمت حرمین کے عنوان سے رکھا جس کے کنوینر مولانا عبدالنور عبدالعظیم ندوی تھے ازہری صاحب نے مجھے اور مولانا عبدالوہاب حجازی کو اس میں بھی بھیجا، اسی طرح سے سید حامد علی کی اصلاحی تحریک کے ایک اجتماع میں جو الفرقان کے دفتر لکھنؤ میں منعقد ہوا مجھے بھیجا،اور اسی طرح سے مختلف اجتماعات اور کانفرنسوں میں اگر خود شریک نہ ہوپاتے تو کسی نہ کسی مدرس کو نمائندگی کے لیے بھیجتے ،اس لیے کہ اس طرح کی مشارکت ملی تقاضوں میں سے ایک اہم تقاضا ہے۔

خمینی شیعی انقلاب اور خلیجی بحران:

۱۴۰۷ھ کے ماہ ذی القعدہ میں میں تعلیم سے فراغت کے بعد ہندوستان واپس گیا تو جس دن میں اپنے گاؤں پہنچا پہلی خبر یہ ملی کہ ایرانیوں نے حرم مکی میں کچھ گڑبڑ مچائی ہے، جب میں بنارس گیا تو اس کی پوری تفصیل معلوم ہوئی، میں نے جامعہ سلفیہ کی لائبریری سے مولانا عبدالمجید الحریری کے ذاتی مکتبہ سے دو کتابیں نکالیں، اور ازہری صاحب کی خدمت میں پیش کیں کہ میں ان کی تحقیق کردیتا ہوں اور اس وقت ان دونوں کتابوں کا چھپنا صحیح صورت حال کی عکاسی کے لیے معاون ثابت ہوگا،ایک کتاب کا نام تھا الوھابیون والحجاز اور دوسری کا نام السنة والشیعة أو الوھابیة والرافضة ، یہ دونوں کتابیں ۱۹۲۴ء۔۱۳۴۴ھ کے بعد شائع ہوئیں ، دراصل یہ دونوں کتابیں علامہ رشید رضا کے بیسیوں مقالات کا مجموعہ تھیں، اور سعودی عرب سے شیعوں اور اہل بدعت کی دشمنی اور شریف مکہ اور اُن کے اعوان کی سعودی عرب کے خلاف پروپیگنڈہ مہم کا بروقت بڑا علمی محاسبہ تھا، ازہری صاحب نہ صرف خوش ہوئے بلکہ ہمت افزائی کی اور دونوں کتابیں میری تحقیق سے بنارس میں شائع ہوئیں، یہ اس کے علاوہ ہے جو آپ نے مقالات کی شکل میں ان موضوعات پر اردو اور عربی میں تحریر فرمایا، اسی طرح سے خلیجی بحران کے عنوان پر میں نے ازہری کے پاس کویت پر حملہ کے دن ڈاکٹر خورشید احمد (پاکستان) کی ادارت میں نکلنے والے اردو میگزین میں شائع شدہ ایک مفصل مقالے کو پیش کیا، جس میں البعث پارٹی اور اس کے لیڈروں کے کفریہ افکار ونظریات کو مفصل طور پر بیان کیا

گیا تھا،اور میں نے یہ تجویز رکھی کہ اس موقع پر جماعت اہل حدیث اور اس اداروں کو ایک آگہی مہم چلانی چاہئے جس میں تحریر وتقریر اور جلسوں کے ذریعہ لوگوں کو بتایا جائے کہ اس طرح کی شورش اور کارروائیوں سے عالم اسلام اور مسلمانوں کو کیا نقصانات پہنچیں گے اور یہ کہ اس طرح کے فتنوں میں ایک مسلمان کا کیا موقف ہونا چاہئے، اور سعودی عرب اور خلیجی ممالک سے مسلم جماعتوں کے روابط کی وجہ سے تائید اور مخالفت کے مواقف میں ہم اہل حدیثوں کا موقف یہ ہونا چاہیے کہ دراصل اس فتنہ میں سعودی عرب کے خلاف اٹھائے گئے وہابیت کا الزام ہی تائید اور دشمنی کا معیار ہے، ماضی میں جماعت اہل حدیث کے علماء اور عوام نے عقیدے کی بنیاد پر سعودی عرب کی بھرپور تائید کی تھی، اور اگر اس وقت یہ موقف اختیار کیا جائے تو یہ اسی ماضی کے موقف کا ایک تسلسل ہوگا، بالخصوص اس ماحول میں کہ مجاہدین لکھاری بھاری بھرکم رپورٹوں کے ذریعے سے عربوں میں اپنے کو ہمدرد ثابت کریں گے، اور موقع پانے پر اہل حدیثوں کے خلاف پروپیگنڈہ سے بھی بعض نہ آئیں گے، چنانچہ ازہری صاحب کی قیادت میں ہم لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور آپ نے تقریر اور تحریر کے ذریعے اس مسئلہ پر خوب لکھا اور میں نے سعودی عرب کے موقف کو صحیح طور پر چلنے کے لیے وہاں کے سربرآوردہ علماء ومشائخ کے ملنے والے مقالات کا اردو ترجمہ کرکے اسے مجلّات میں چھپوایا، بعد میں ازہری صاحب نے ایک رسالہ ۱۴۱۱ھ میں عربی مقالات پر جامعہ سے شائع کیا، اس کا نام تھا نظرة الی مواقف المسلمین من احداث الخلیج ۔اس رسالہ میں آپ کے مقدمہ کے بعد چار مقالات ہیں، اور اس وقت کی منعقد ہونے والی کانفرنسوں اور پروگراموں کی رپورٹ مجلّات میں شائع کی، بعد میں ادارۃ البحوث کی طرف سے ایک دستاویزی کتاب ماہ صفر (۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۱ء) بڑے سائز کے (۲۳۶) صفحات پر شائع کی، جس میں (۴۳) چھوٹے بڑے مضامین اور مقالات ہیں، اور تقدیم کتاب کے بعد (۴) مقالات آپ کے قلم سے ہیں، اور (۱۳) چھوٹے بڑے مضامین میرے ہیں، جن کی اکثریت سعودی عرب کے علماء کے مقالات کے ترجمے ہیں۔

حرف آخر:

ازہری صاحب کے سانحہ ارتحال کے بعد بعض لوگوں نے مضامین لکھے اور وہ شائع بھی ہوئے، لیکن میرے پاس اتفاق سے اس کی صرف خبر ہے، جامعہ سلفیہ اور جامعہ عالیہ عربیہ نے آپ کی خدمات سے متعلق خصوصی اشاعت کا اعلان کیا، ابھی یہ خصوصی نمبر منظر عام نہ آسکے، لیکن ازہری صاحب کی خدمات سے متعلق اندر اور باہر کے تعلیمی اداروں میں کام کی شروعات ہوگئی ہے، جس میں سے جامعہ سلفیہ کے ایک فارغ التحصیل نوجوان عبدالسلام سلفی ہیں، جنہوں نے جامعة المدینة العالمیة ملیشیا میں ڈاکٹریٹ کے مقالہ کے لیے ازہری صاحب کی عربی زبان وادب سے متعلق خدمات کے عنوان کو پیش کیا ہے، جس کے سپروائزر ایک مصری استاذ ہیں، اس سلسلے میں موصوف نے میرے پاس آنے کا وعدہ کیا ہے، لیکن ابھی تک وہ نہ آسکے کہ اس سلسلے کی مزید تفصیلات معلوم ہوتیں، ازہری صاحب کے بھانجے ڈاکٹر اطہر بھی ایک کتاب ترتیب دے رہے ہیں میرے پاس ان کی طرف سے ایک سوالنامہ بھی اس سلسلے میں آیا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوستان کے سلفی مدارس میں شخصیات سے متعلق موضوعات پر طلبہ سے بحثیں تیار کرائی جائیں اور ازہری صاحب اور دوسرے علماء وفضلاء کی زندگی کے مختلف گوشوں کو موضوع بحث بنایا جائے، اس سے مختلف انداز کے فوائد حاصل ہوں گے، ان شاء اللہ۔

اس موضوع پر لکھنے کی کافی گنجائش ہے، اگر اللہ نے توفیق دی تو آگے بھی ازہری صاحب اور دوسرے اساتذۂ کرام پر کچھ نہ کچھ لکھنے کا عزم ہے، اللہ رب العزت آپ کو اور ہمارے دوسرے سارے اساتذۂ کرام کو اپنے یہاں اچھا بدلہ دے، اور آخرت میں ان کے مراتب بلند فرمائے، آمین ثم آمین۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

نکتۂ نظر

شتر بے مہار آزادی کی کوکھ

عطاء محمد جنجوعہ

کثیر انبیائے کرام علیہم السلام بیت المقدس میں مبعوث ہوئے۔ مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ کی طرح بیت المقدس کی طرف سفر کرنا باعث ثواب ہے۔ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا کہ مسجد اقصیٰ میں ایک نماز پڑھنے سے پچیس ہزار نمازوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اگر مسجد اقصیٰ کی تولیت کے حق دار یہودی ہوتے تو مخبر صادق ﷺ اتنے عظیم اجر کی بشارت نہ دیتے۔ متبرک بیت المقدس اسرائیل کے قبضہ میں ہے جہاں عورتوں نے انصاف کے حصول کے لیے جلوس نکالا۔

''مقبوضہ بیت المقدس اے ایف پی مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے لیے یکساں مقدس شہر بیت المقدس میں جمعہ کو ننگے بدن اور بے ہودہ لباس پہن کر خواتین اور مردوں نے سلٹ واک کی یہ لوگ خواتین کے خلاف جنسی تشدد اور اُن کے لباس پر کیے جانے والے اعتراضات پر احتجاج کر رہے تھے ایک خاتون ننگے تن جلوس میں شامل تھی۔ اُس نے اپنے سینے پر صرف ایک سٹیکر لگا رکھا تھا جس پر عبرانی زبان میں لکھا تھا: میرا لباس کیسا ہے؟ ڈائل ۸۰۰۔ا، اس سے تمھارا کوئی تعلق نہیں۔ ان خواتین نے کتے اٹھا رکھے تھے جن پر خواتین کے انصاف کے نعرے درج تھے۔ اس واک کے تحفظ کے لیے تعینات پولیس دور سے تماشا دیکھتی رہی۔'' (روزنامہ ایکسپریس ۲۰۱۲،۵،۵)

ملت اسلامیہ کو دعوت فکر ہے کیا یہودیت ونصرانیت میں عورتوں مردوں کا ننگے بدن جلوس نکالنا جائز ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے ثابت کرو؟ اگر نہیں تو یہ بیت المقدس کا تقدس ہے یا بے حرمتی؟

روئے کائنات میں ایک ارب ۵۷ کروڑ مسلمان رہتے ہیں جو دنیا کی آبادی کا چوتھائی حصہ ہیں۔ بیت المقدس ان میں سے صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کو تلاش کر رہا ہے لیکن مسلمان دولت اور اقتدار کے چکر میں باہم دست وگریبان ہیں۔

ہندومت اور بدھ مت کے کسی برہمن یا پنڈت نے ننگے بدن پھرنے کو جائز قرار دیا ہے؟ یقیناً نہیں۔ غور طلب پہلو ہے کہ جب کسی الہامی یا غیر الہامی مذہب میں جائز نہ ہو بلکہ ممنوع ہو تو پھر یہ کس نظریہ کی پیداوار ہے؟ جہاں تک میرا نکتہ نظر ہے یہ شتر بے مہار فطری آزادی کا نظریہ ہے جس نے جمہوریت کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ مذاہب عالم میں حلال وحرام کے ضوابط، جرم کی نوعیت کے لحاظ سے سزا کے احکام اور تہذیب وتمدن کے راہ نما اصول متعین ہوتے ہیں۔ جن کی پابندی اس کے پیروکاروں پر لازمی ہوتی ہے۔ جب کہ جمہوری نظام میں حلال وحرام کا کوئی امتیاز نہیں کسی قسم کا فعل بد جرم نہیں، تاوقتیکہ عوام یا اُن کے نمائندوں کی اکثریت اُس کو جرم نہ قرار دے دے۔ لوگ مذہبی ماحول کی وجہ سے شرم محسوس کریں تو یہ الگ مسئلہ ہے ورنہ جمہوری ملک میں عورتوں مردوں کا ننگے بدن جلوس نکالنا یا اپنی مرضی سے جو چاہیں کرنا قانوناً جرم نہیں۔

صہیونی تنظیم نیٹو فوج کے روپ میں بزورِ قوت مسلم ممالک میں رائج نظاموں کو درہم برہم کر رہی ہے۔ پھر تعمیر وترقی کی آڑ میں شتر بے مہار آزادی پر مبنی نظام کو فروغ دے رہی ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ لمحہ فکریہ ہے۔

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

إعلاء السنن في الميزان

مصنف: مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

ضخامت: ۴۳۲ صفحات

ناشر: ادارۃ العلوم الاثریۃ، فیصل آباد، پاکستان

تبصرہ نگار: حماد الحق نعیم

مسلکی حمیت اور جانب داری میں لکھی گئی کتابوں میں ''آثار السنن'' اس اعتبار سے نمایاں حیثیت رکھتی ہے کہ اس کے لکھے جانے کا مقصد امام وکیع کے درج ذیل قول کا مصداق ہے:

"من طلب الحديث ليقوي هواه فهو صاحب بدعة." (جزء رفع اليدين مع جلاء العينين، ص: ۱۲۰)

جانب داری کی اسی روش پر چلتے ہوئے بعد ازاں متعدد لوگوں نے ایسے ''علمی کارنامے'' پیش کیے اور خوب داد سمیٹی، لیکن ایک مخصوص طبقے میں جو قبولیت "إعلاء السنن" کو حاصل ہوئی وہ کسی سے مخفی نہیں۔

برصغیر میں علماء حدیث کی جہود مخلصہ کے نتیجے میں جب عمل بالحدیث روز افزوں ہونے لگا اور عوام اس بات کو بہ خوبی سمجھ گئے کہ نجات اسی طریق میں ہے، نہ کہ قیل وقال میں تو حنفی مکتب فکر کے بزرگوں کو اپنے مسلک کی حفاظت کی خاطر اُسے بہ زعم خویش مدلل انداز میں پیش کرنے کی فکر لاحق ہوئی جس کے نتیجے میں "إعلاء السنن" جیسی کتب لکھی گئیں۔ ایسی کتب میں عموماً رطب ویابس اور ایسے دلائل کی بھرمار کی گئی جن کی حیثیت تارِ عنکبوت سے زیادہ نہ تھی۔ صاحب "إعلاء السنن" نے بھی بہ زعم خویش محدثانہ انداز میں اپنے مذہب کو مدلل کرنے کی کوشش کی لیکن چوں کہ ''پیشہ آباء''، ''سپہ گری'' کے علاوہ سب کچھ رہا ہے، اس لیے وہ اس دفاعی محاذ پر بری طرح ناکام ہوگئے۔

پیش نظر کتاب "إعلاء السنن في الميزان"، محقق العصر مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ وكثر الله فينا أمثاله کی شاہکار کتاب ہے جس میں انھوں نے "إعلاء السنن" کے مندرجات کا دقیق نظری سے کڑا جائزہ لیا ہے۔ مولانا اثری حفظہ اللہ کی ناقدانہ بصیرت کا ایک عالم معترف ہے۔ وہ پاسبانِ علوم نبوی کے ہراول دستے میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ وہ جب کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو اس کے مالہ وما علیہ کو ایسے مدلل ومدقق انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ قاری متعلقہ موضوع میں کسی قسم کی تشنگی محسوس نہیں کرتا۔ زیر تبصرہ کتاب "إعلاء السنن في الميزان" ایسا ہی ایک شہ پارہ ہے۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب مولانا ظفر احمد عثمانی کی کتاب "إعلاء السنن" کا ناقدانہ جائزہ ہے جو "إعلاء السنن" کے ابتدائی آٹھ اجزاء پر مشتمل ہے۔ کتاب کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عثمانی صاحب کس طرح ایک قاعدہ واُصول وضع فرماتے ہیں اور دوسری جگہ اپنے ہی وضع کردہ قانون کو کس طرح پامال کرتے ہیں۔ اس سے "إعلاء السنن" کی ''علمی حیثیت'' کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب اگرچہ ناقدانہ مباحث پر مشتمل ہے لیکن اس کے

ساتھ ساتھ اس میں ایسی تحقیقات نادرہ پڑھنے کو ملتی ہیں جو کئی برس کی عرق ریزی کے بعد بھی شاید طالب علم کی دسترس میں نہ آسکیں۔ "إعلاء السنن في الميزان" میں متعدد مختلف فیہ رواۃِ حدیث اور بعض مسائل واحکام پر بھی مفصل اور مدلل گفتگو کی گئی ہے۔

کتاب کی ابتدا ''حرفِ چند'' کے عنوان سے ہوتی ہے جس میں مولانا اثری حفظہ اللہ نے "إعلاء السنن" جیسی کتب کی وجہِ تالیف پر مختصراً روشنی ڈالی ہے۔ مقدمہ کتاب بھی مولانا اثری حفظہ اللہ کا لکھا ہوا ہے جس میں انھوں نے خاصی تفصیل کے ساتھ احناف کے مسلکی تعصب کو بیان کیا ہے کہ کس طرح انھوں نے صحیح بخاری کے مقابلے میں صحیح بہاری اور بلوغ المرام کے مقابلے میں حنفی بلوغ المرام لکھی۔ اسی طرح "إعلاء السنن" جیسی کتب لکھی جانے کا پس منظر اور برصغیر میں اس ''سلسلۂ مدللانہ'' پر تفصیلی خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ اس کے بعد اصل کتاب کی ابتدا ہوتی ہے جس کی اہمیت وافادیت کا بہ خوبی اندازہ اس کے مندرج ذیل عناوین سے کیا جا سکتا ہے:

۱: مسند احمد کی روایات مقبول ہیں؟
۲: امام ترمذی کی تحسین
۳: امام ابوداود کا سکوت
۴: فتح الباری اور تلخیص الحبیر میں حافظ ابن حجر کا سکوت
۵: امام حاکم اور علامہ ذہبی کا سکوت
۶: امام ابوحنیفہ کے سب شیخ ثقہ ہیں؟
۷: مختلف فیہ راوی کی حدیث
۸: مراسیل امام زہری

اس کے علاوہ متعدد ایسے اہم موضوعات ہیں جن کا تذکرہ موجب طوالت ہوگا۔ قارئین کتاب کے مطالعے ہی سے اس کی خوبی کا ادراک کر سکتے ہیں۔ الغرض، کتاب انتہائی مفید اور لائق مطالعہ ہے۔ معنوی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری خوب صورتی سے کتاب کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔

مقالات راشدیہ (جلد سوم)

تصنیف: حضرت سیّد ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی
ترتیب: مولانا افتخار احمد تاج الدین ازہری
ناشر: المکتبۃ الراشدیہ، میرپور خاص (سندھ)
تقسیم کنندہ: نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
ضخامت: ۵۳۵ صفحات، سائز بڑا، بہتر کمپوزنگ، اچھی طباعت، عمدہ کاغذ، خوب صورت مضبوط جلد
تبصرہ نگار: محمد اسحاق بھٹی

مولانا افتخار احمد ازہری کو اللہ تعالیٰ خوش رکھے، وہ نہایت محنتی اور مستعد اہل علم ہیں اور بہ یک وقت تین کام کر رہے ہیں اور تینوں کام بڑے اہم اور ضروری ہیں۔

ایک کام یہ کہ میرپور خاص (سندھ) میں ''جامعہ بحر العلوم السّلفیہ'' کے نام سے وہ ایک بڑا دار العلوم چلا رہے ہیں۔ اس کا اہتمام بھی ان کے ذمے ہے اور وہاں وہ تدریسی فریضہ بھی انجام دیتے ہیں۔

دوسرا کام یہ کہ وہ اپنے مجلّے ''بحر العلوم'' کے ذریعے علم وعلماء کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ گزشتہ تھوڑے عرصے میں انھوں نے اس مجلّے کے دو بڑے ضخیم نمبر شائع کیے۔ ایک ''شیخ العرب والعجم نمبر'' جو ۷۴۴ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں علامہ سیّد بدیع الدین راشدی کی علمی اور تحقیقی خدمات کا تفصیل سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسی مجلّے کا دوسرا نمبر ''محدث العصر'' ہے۔ یہ نمبر ۶۷۹ صفحات میں پھیلا ہوا ہے اور اس میں حضرت علامہ سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی کی علمی تگ وتاز کو اجاگر کیا گیا ہے۔

تیسرا کام یہ کہ انھوں نے ''مقالاتِ راشدیہ'' کے دلکش نام سے مولانا سیّد بدیع الدین راشدی کے افکارِ عالیہ کی نشر واشاعت کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ یہ مقالات سندھی زبان میں ہیں، جن میں سے زیادہ تر کا اردو ترجمہ ان کے دار العلوم کے فاضل اساتذہ مولانا محمد منیر جونیجو اور مولانا صبغت اللہ نے کیا۔ ان کے علاوہ بھی بعض حضرات نے اس کارِ خیر میں حصہ لیا۔

اس سے قبل ''مقالاتِ راشدیہ'' کی پہلی اور دوسری دو جلدیں چھپ چکی ہیں۔اب تھوڑا عرصہ ہوا، اس کی تیسری جلد معرضِ اشاعت میں آئی ہے۔اس پر مقدمہ مولانا محمد حسین ظاہری نے لکھا اور تقریظ جناب مولانا محمد حسن کنبھر نائب ناظم جمعیت اہل حدیث سندھ، نے تحریر فرمائی۔''مقالاتِ راشدیہ اور صاحب مقالات'' کے عنوان سے جامعہ بحر العلوم السّلفیہ کے فاضل استاذ حافظ ثناء اللہ تبسم (بیرانی) نے مقالات کے متعلق بھی چند ضروری باتیں کیں اور مولانا افتخار احمد ازہری کی علمی سرگرمیوں سے بھی قارئین کو مطلع فرمایا۔خود مولانا ازہری نے بھی ''مسلک اہل حدیث کے حقیق ترجمان؛ مقالاتِ راشدیہ'' کے عنوان سے مختصر الفاظ میں بہترین معلومات بہم پہنچائیں۔

مقالاتِ راشدیہ کی اس تیسری جلد میں گیارہ مقالے مندرج ہیں یا یوں کہیے کہ یہ کتاب گیارہ بڑے بڑے عنوانات پر محیط ہے اور ہر بڑے عنوان کے ضمن میں متعدد چھوٹے چھوٹے عنوانات بھی دیے گئے ہیں۔مثلاً امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم، ترک رفع یدین، آٹھ رکعت تراویح، فقہ وحدیث، لفظِ فقہ کا اصلی مفہوم، ایک مجلس کی تین طلاقیں، اہل حدیث کے امتیازی مسائل، اہل حدیث پر عائد کردہ الزامات کی حقیقت۔ یہ سب بڑے عنوانات یا مقالے ہیں۔ان میں سے ہر ایک کے تحت کئی کئی چھوٹے عنوان ہیں، جن میں بہت سے مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔تمام مقالات محققانہ انداز میں ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ان کے مطالعہ سے فاضل مصنف سیّد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے علم وفضل کا پتا بھی چلتا ہے اور ان کے زورِ قلم سے بھی قاری آگاہ ہوجاتا ہے۔

ممکن ہے بعض حضرات فقط عنوان پڑھ کر اس کتاب کے مندرجات سے اختلاف کریں۔ہر شخص کو اپنے علم ومطالعہ کی رو سے اختلاف کا بھی حق حاصل ہے اور اتفاق کا بھی۔لیکن واقعہ یہ ہے کہ زیر نظر کتاب ''مقالاتِ راشدیہ'' مشمولات ومضامین کے اعتبار سے بے حد اہمیت کی حامل ہے اور مرحوم ومغفور مصنف نے اسے بہ درجہ غایت تحقیق سے لکھا ہے۔اس کا مطالعہ بے حد استفادے کا باعث ہوگا۔مولانا افتخار احمد ازہری مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اپنی کوشش سے اس ذخیرۂ علمی کو سندھی سے اردو میں منتقل کرایا اور پھر اسے انتہائی خوب صورت طریقے سے شائع کرایا۔وہ راشدی برادران سے قلبی تعلق رکھتے ہیں اور اس سلسلے کو آگے بڑھانے کے لیے کوشاں ہیں۔دعا ہے اللہ انھیں اس عمل خیر کی انجام دہی پر بہتر جزا سے نوازے۔

خطبات سورۂ عصر

تالیف: **پروفیسر حافظ عبدالستار حامد**

ضخامت: **۴۴۴ صفحات**

ناشر: **حامد اکیڈمی، وزیر آباد**

ملنے کے پتے: (۱) جامع مسجد توحیدیہ، محلّہ کٹڑہ مائی، وزیر آباد۔

(۲) اردو بازار، لاہور، گوجرانوالہ کے اہل حدیث کتب خانے۔

تبصرہ نگار: **محمد سلیم چنیوٹی**

قرآنِ کریم کی تفاسیر بے شمار اعاظم اسلام کے ہاتھوں ترتیب پا کر اہل علم کے ہاں قبولیت کا درجہ حاصل کر چکی ہیں۔مبارک ہیں وہ لوگ جو اللہ کریم کی اس کتاب کی تشریح وتفسیر میں اپنا قیمتی وقت لگاتے ہیں اور خدمت قرآن سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب حافظ عبدالستار حامد صاحب کی تالیف ہے۔انھوں نے اپنے قلم گوہر بار سے اب تک کئی کتب ورسائل مرتب فرما دیے ہیں جن میں خطبات سورۂ فاتحہ، خطبات آیۃ الکرسی، خطبات سورۂ یوسف، خطبات سورۂ کہف، خطبات سورۂ مریم، خطبات سورۂ نور، خطبات سورۂ یٰسین، خطبات سورۂ تکاثر، خطبات سورۂ کوثر اور اب انھی خطبات کے سلسلے میں خطبات سورۃ العصر بھی شامل ہے۔

یہ تفسیری خطبات خطیبانہ انداز میں مرتب شدہ ہیں۔ حافظ صاحب ماشاء اللہ مرکزی جمعیت اہل حدیث پنجاب کے نہ صرف امیر کے عہدے پر فائز ہیں بلکہ ایک منجھے ہوئے خطیب بھی ہیں۔ آپ کچھ عرصے سے قرآنِ کریم کے معارف اور اس کی منور تعلیمات بڑے آسان پیرائے میں پیش کرنے کے لیے تحریری خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔

اس کتاب کا مقدمہ محترم ڈاکٹر محمد یونس صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ مقدمے میں انھوں نے حافظ صاحب کے لیے لکھا ہے:

''پروفیسر حافظ عبدالستار حامد لائق صد مبارک باد ہیں کہ انھوں نے اس میدان میں اوّلیت کا شرف حاصل کیا اور خطبوں کو ایک نیا رنگ، نیا آہنگ اور نیا ڈھنگ دیا۔'' (ص:۲۳)

کتاب کے موضوعات خطبات کے حساب سے دس ہیں۔ ان دس خطبات میں تعارف وفضائل سورۂ عصر، قسم کے احکام وآداب، حقیقت انسان، کون کون خسارے میں ہے، ایمان کی حقیقت، ایمان کے ارکان، علاماتِ ایمان، حق کی تبلیغ، نیک اعمال، صبر کی وصیت۔

زیر تبصرہ کتاب سورۂ عصر کے تناظر میں ایمان داروں، مومنوں اور مسلمانوں کو کیا سبق دے رہی ہے، اس کی کتنی اہمیت ہے اور اس سورت سے کیسے مستفید ہوا جاسکتا ہے؟ یہ سب کچھ اس کتاب کے مطالعے سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ کتاب کمپیوٹر کمپوزنگ، خوب صورت جلد، سفید کاغذ وعمدہ طباعت ہے۔

ضروری اعلان

ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین وحضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

- مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
- مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام وصفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔
- جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کردیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔
- مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے اداہ معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (منیجر)

بقیہ: تفسیر سورۂ یٰسٓ

کیوں کہ اس کا یہ جرم رسول اللہ ﷺ کے حق میں ہے۔ آپ کسی کو اپنا حق معاف کردیں تو فبہا ورنہ اسے قتل ہی کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد آپ کے اس حق کی معافی کا علم کسی کو نہیں اس لیے وہ مستوجب سزا ہے اور واجب القتل ہے۔

اسی طرح اسلام کے کسی حکم کا انکار واستخفاف موجب کفر ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ دین اسلام کے تمام احکام پر رضامندی کا اظہار واعتراف کرے۔ پانچ نمازوں کو، زکاۃ، روزہ، حج کو فرض مانے۔ اور جن کو حرام قرار دیا گیا ہے انھیں حرام سمجھے۔ اگر وہ کسی حرام کو حلال یا کسی فرض کا انکار کرتا ہے تو وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ لیکن اگر کوئی حرام کو حرام سمجھتا ہے لیکن اس کا کبھی ارتکاب کر بیٹھتا ہے یا فرض کو فرض ولازم سمجھتا ہے مگر کوتاہی وکاہلی کی بنا پر چھوڑ دیتا ہے تو وہ کافر نہیں گناہ گار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام وفرامین پر راضی ہونا ایمان ہے اور ان پر ناک منہ چڑھانا ایمان کے منافی ہے۔

علامہ علی قاری نے تو فرمایا ہے کہ جو شخص خبر واحد کا انکار استخفافاً واستحقاراً کرتا ہے وہ بھی کافر ہے۔ (شرح فقہ الاکبر، ص:۱۶۶)

اس لیے رسول اللہ ﷺ کا مذاق ہو، یا دین اسلام کے کسی حکم کا مذاق ہو یا استخفاف ہو، موجبِ کفر ہے۔ أعاذنا الله منه.

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

مناظرہ ومباحثہ:

۲۹۷ء۴۸ علامہ ابوالمعالی محمود شکری آلوسی

آ ۶۸۲ ا انوار رحمانی ترجمہ غایۃ الامانی، جلد اوّل، ص:۶۰ ۷۔ مترجم: مولانا ابوبکر صدیق سلفی، جامعہ العلوم الاثریہ جہلم، پاکستان۔

۲۹۷ء۴۸ مولانا ارشاد حسین رامپوری

۳۴۸ ا انتصار الحق بجواب معیار الحق، ص:۴۱۲۔ س، ن

۲۹۷ء۴۸ مولانا عبدالاحد خانپوری

۲۴۲ ک کتاب التوحید والسنہ فی ردّ اہل الاتحاد والبدعۃ، ص:۴۸۰۔ کریمی سٹیم پریس، لاہور۔ اظہار کفر ثناء اللہ بجمیع اصول آمنت باللہ، وایضا۔

۲۹۷ء۴۸ مولانا امداد العلی اکبر آبادی (مجموعہ ۳ کتب)

آ ۶۸۲ م مظاہر الحق دررد سر سیّد احمد خان علی گڑھی، ص:۸۔ ۲۔ تحفۃ الہند (در ردّ ہنود) مولانا عبید اللہ، ص:۱۲۸۔ مطبع مصنفات محمد حسن خان۔ ۳۔ حجۃ الہند، ص:۲۵۶۔ مطبع فاروقی، دہلی۔

۲۹۷ء۴۸ آفتاب ملک

آ ۵۶ ق تحریف قرآن (شیعہ نقطۂ نظر)، ص:۵۷۔ مرکز مطالعات اسلامی پاکستان ۱۴۱۸ھ۔

۲۹۷ء۴۸ مولانا ارشاد الحق اثری

۳۴۸ م مسلک احناف اور مولانا عبدالحی لکھنوی، ص:۱۶۰۔ ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد ۲۰۰۶ء۔ (تعداد نسخ ۲)

۲۹۷ء۴۸ مولانا ارشاد الحق اثری

۱۹۹ ا احادیث ہدایہ فنی و تحقیقی حیثیت، ص:۱۱۲۔ ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد، ۲۰۰۲ء۔

۲۹۷ء۴۸ مولانا ارشاد الحق اثری

۱۹۹ م مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں، ص: ۲۹۳۔ ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد ۱۹۹۴ء

۲۹۷ء۴۸ مولانا ارشاد الحق اثری

۹۹ ا امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ، ص:۱۲۶۔ ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد، ۱۹۹۹ء۔

۲۹۷ء۴۸ مولانا ارشاد الحق اثری

۱۹۹ آ آئینہ ان کو دکھایا تو برا مان گئے، ص:۲۷۲۔ ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد، ۱۹۹۷ء۔

۲۹۷ء۴۸ ابوبکر سعید

۱۵۳ ان نصرۃ الباری فی رد من سب البخاری، ص:۳۵۲۔ اسلامک ریسرچ لائبریری، محمدی مسجد اہل حدیث، ملتان۔

۲۹۷ء۴۸ مولانا محمد ادریس ظفر

۳۲ ص صحیح بخاری اور امام بخاری احناف کی نظر میں، ص:۹۵۔ المکتبۃ الاثریہ، لاہور، ۲۰۰۹ء۔

۲۹۷ء۴۸ مفتی اللہ بخش صاحب ملتانی

۶۵ ب بخاری کی دو روایات پر علمی تنقید پر تنقید، ص:۳۲۔ دارالحدیث محمدیہ، باغ عام خاص، ملتان۔

۲۹۷ء۴۸ احمد سعید خان ملتانی
۲۸۵ق ل قرآن مقدس اور بخاری محدث، ص:۱۱۴۔ مولانا منظور معاویہ، مرکز اشاعت التوحید والسنہ، ملتان۔
۲۹۷ء۴۸ قاری شاہ محمد اشرف علی تھانوی
۴۵۵ ل الاقتضاد فی بحث التقلید والاجتہاد، ص:۵۶۔ ناظم دارالاشاعت، دیوبند۔
۲۹۷ء۴۸ مولانا حکیم محمد اشرف صاحب سندھو
۴۵۸ف ل فرقہ ناجیہ بجواب طائفہ منصورہ، ص:۲۶۔ دارالاشاعت اشرفیہ، ضلع قصور، ۱۹۸۹ء۔
۲۹۷ء۴۸ حکیم محمد یعقوب اجملی
۲۰۱ ل اسلام اور سازشیں، ص:۹۶۔ اجملی دارالعلاج، کراچی۔
۲۹۷ء۴۸ مولانا محمد اسماعیل سلفی
۴۲ج ل جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث، ص: ۸۰۔ المکتبۃ السلفیہ، لاہور۔
۲۹۷ء۴۸ مولوی محمد شفیع صاحب اعظمی
۵۴۵د ل دیوبندی خطبہ صدارت پر تبصرہ، ص:۶۴۔ محمدی اکیڈمی، منڈی بہاء الدین، (تعداد نسخ ۴)۔
۲۹۷ء۴۸ صوفی نذیر احمد کاشمیری
ن ۲۹۷ج جماعت اسلامی کے دین کا خلاصہ، ص: ۱۲۸۔ اسلامک پبلی کیشنز، سری نگر، کشمیر۔
۲۹۷ء۴۸ مولانا محمد اسحاق
۳۷۸ص ل صداقت قرآن، ص:۳۲۔ جامعۃ الکتاب والحکمۃ، فیصل آباد۔
۲۹۷ء۴۸ ابوانور رجدون
۷۶د ل دعوت قرآن اور یہ فرقہ پرستی، ص:۱۷۵۔ مسجد توحید بھٹہ ولیج، کیماڑی، کراچی۔ ۱۴۱۰ھ، ۱۹۹۸ء۔ (تعداد نسخ ۲)
۲۹۷ء۴۸ مولانا امین الحق
۷۰ص ل صادق الخیر بجواب خیر البشر، ص: ۸۸۔ مصری کتب خانہ حزب الاحناف، لاہور۔ ۱۳۵۰ھ۔
۲۹۷ء۴۸ محمد اسرائیل سلفی
۳۸۹ھ ل الہدایۃ الکاملہ بجواب النجاۃ الکاملہ، ص: ۱۰۷۔ جامعہ سلفیہ، میوات۔
۲۹۷ء۴۸ صوفی محمد اللہ دتا
۶۳۵ح ل حدیث مجدد اور مودودی، ص:۱۶۔ ادارہ اشاعت العلوم، لاہور۔
۲۹۷ء۴۸ ابوصہیب محمد داود ارشد
۳۵ت ل تحفۂ حنفیہ بجواب تحفۂ اہل حدیث (حصہ اوّل)، ص: ۵۳۱۔ مکتبہ عزیزیہ، لاہور، ۲۰۰۱ء۔
۲۹۷ء۴۸ علامہ ارشد القادری
۳۵ز ل زیر و زبر، ص:۳۶۸۔ مکتبہ فرید، ساہیوال۔
۲۹۷ء۴۸ مولانا احمد الدین گکھڑوی (مجموعہ ۲ کتب)
۲۸ت ل تقدیس سیّد الابرار عن مطاعن الزنادقۃ والکفار بجواب سیرت المسیح والمحمد، ص: ۴۷۔ ۱۹۲۹ء۔
۲۔ الحق المبین فی رد امہات المومنین، مولانا غلام قادر، ص: ۱۷۰۔
۳۔ دلائل صدق رسالت المعروف پیارے نبی وسچے رسول، مولانا عبدالروف صاحب رحمانی، ص: ۶۴۰۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر، ۱۹۴۶ء۔
۲۹۷ء۴۸ حکیم محمد اشرف
۴۵۸م ل مقیاس حقیقت بجواب مقیاس حنفیت، ص: ۴۳۲۔ مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ، کراچی۔
۲۹۷ء۴۸ حکیم محمد اشرف
۴۵۸م ل مقیاس حقیقت بجواب مقیاس حنفیت، ص: ۴۳۴۔ دارالاشاعت اشرفیہ سندھو بلوکی، ۱۳۸۸ھ۔
۲۹۷ء۴۸ مولانا انوار خورشید
۷۵۷ت ل تعارف علماء اہل حدیث (حصہ اوّل، دوم)، ص: ۱۷۶۔

انجمن خدام امام ابوحنیفہ۔

۴۸ء۲۹۷ علامہ ابوالخیر اسدی

۳۸۱م مقامِ نبوت کی عجمی تعمیر، ص: ۳۳۵۔ دارالتذکیر، لاہور۔

۴۸ء۲۹۷ مولانا محمد بشیر سہسوانی

ب۵۹۳ا اتمام الحجۃ علی من اوجب الزیارۃ مثل الحجۃ، ص: ۳۴۳۔ مطبع غنچہ وزیری، ۱۲۹۲ھ۔

۴۸ء۲۹۷ بشیر الدین

ب ۵۸ت تفہیم المسائل درردّ کتاب تصحیح المسائل، ص: ۱۶۸۔ مطبع محمدی، واقع لاہور۔

۴۸ء۲۹۷ بشیر الدین

ب ۵۸ت تفہیم المسائل در جواب تصحیح المسائل، ص: ۱۸۸۔ مطبع مطبع الرحمٰن سیّد حیات۔

۴۸ء۲۹۷ مولانا الحاج محمد کریم بخش (مجموعہ ۴ کتب)

ب۳۳چ چہل مسئلہ، ص: ۵۶۔ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔ ۱۳۵۸ھ۔

۲۔ رضا خانی دین، ص: ۱۰۳۔ محمد سعید، جامع مسجد بزم توحید، ضلع گجرات۔ ۱۳۴۰ھ۔

۳۔ الٹے بانس بریلی کو، مفتی محمد خان الرضوی، ص: ۱۷۔ فیروز اکیڈمی، لائل پور۔ ۱۹۶۷ء۔

۴۔ رجل رشید، زاہد الراشدی، ص: ۲۲۴۔ مکتبہ مدینہ، گوجرانوالہ۔ ۱۳۹۵ھ۔

۴۸ء۲۹۷

ب۵۹۳خ خط وکتابت مابین جمعیت اہل حدیث بریر شاہ و جمعیت غربائے اہل حدیث ذ الڈگر، سری نگری، ص: ۵۹۔ ہمالیہ پرنٹر، س۔

۴۸ء۲۹۷ تابش مہدی

ت ۱۱۵ات تبلیغی نصاب ایک مطالعہ، ص: ۱۳۶۔ مکتبہ الایمان، دیوبند، انڈیا۔

۴۸ء۲۹۷ علامہ سیّد تصدق بخاری

ت ۵۵م محرف قرآن، ص: ۲۷۲۔ ادارۃ العلم والتحقیق نوشہرہ، سرحد۔

۴۸ء۲۹۷ مولانا محمد تقی صاحب (مجموعہ ۲ کتب)

ت ۶۶ن نشر ردمقولات عشر، ص: ۶۰۔

۲۔ عروس المومنین، نواب محمد قطب الدین، دارالسلام، دہلی۔

۴۸ء۲۹۷ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری

ث۲۷ت تقابل ثلاثہ، ص: ۱۲۸۔ طبع ہند امرتسر۔ ۱۸۹۹ء۔

۴۸ء۲۹۷ مولانا ثناء اللہ امرتسری

ث۲۷ا اہل حدیث کا مذہب، ص: ۱۱۲۔ اہل حدیث اکادمی، لاہور۔ ۱۹۷۵ء۔ (تعداد نسخ ۲)

۴۸ء۲۹۷ مولانا ثناء اللہ امرتسری

ث۲۷ا الکلام المبین فی جواب الاربعین، ص: ۱۰۴۔

۴۸ء۲۹۷ مولانا ثناء اللہ امرتسری (مجموعہ ۲ کتب)

ث۲۷ک الکلام المبین فی جواب الاربعین، ص: ۱۵۸۔ الحق الیقین فی جواب المبین، حکیم ابوتراب محمد عبدالحق، ص: ۱۰۴۔ مطبع ضیاء الاسلام، امرتسر۔

۴۸ء۲۹۷ مولانا ثناء اللہ امرتسری

ث۲۷م مقدس رسول ﷺ، ص: ۱۳۴۔ مکتبہ ثنائیہ النور اکیڈمی، سرگودھا۔

۴۸ء۲۹۷ مولانا ثناء اللہ امرتسری

ث۲۷م مقدس رسول ﷺ، ۱۳۵۔ اسلامی کتب خانہ، چوک نیائیں، گوجرانوالہ۔

۴۸ء۲۹۷ مولانا ثناء اللہ امرتسری

ث۲۷م مقدس رسول ﷺ، ص: ۱۱۹۔ ندوۃ المحدثین، گوجرانوالہ۔ ۱۹۸۲ء

۴۸ء۲۹۷ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری (مجموعہ ۲ کتب)

ث۲۷م محمد ﷺ رشی، ص: ۲۴۔ تبلیغی کمیٹی، بھائی کھلہ، اہل حدیث جماعت مومن پورہ، بمبئی۔

۲۔ اسلام اور مسیحیت۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، ص: ۲۳۲۔ جمعیۃ اہل حدیث لاہور۔

۲۹۷ء۴۸ مولانا ثناءاللہ امرتسری (مجموعہ ۳ کتب)

ث۲۷ت تکذیب المکفرین، ص: ۲۸۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔۱۹۲۲ء۔

۲۔ تحریک وہابیت پر ایک نظر، ۲۴۔ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔

۳۔ شمع توحید، مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، ص: ۶۴۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔ ۱۳۵۶ھ۔

۲۹۷ء۴۸ جمعیت اہل السنہ لاہور

ج۵۶ر رسائل اہل حدیث، جلد اوّل، ص: ۵۸۴، جمعیت اہل السنہ لاہور۔ ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء۔

۲۹۷ء۴۸ جمعیۃ اہل السنہ لاہور

ج۵۶ر رسائل اہل حدیث، جلد دوم، ص: ۸۱۶۔ جمعیۃ اہل السنہ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۸ ڈاکٹر ابوجابر عبداللہ دامانوی

ج۱۱د دعوت قرآن کے نام پر قرآن وحدیث سے انحراف، ص: ۱۶۰۔ مکتبۃ السنۃ، الدار السّلفیہ لنشر التراث الاسلامی سولجر، کراچی۔ ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۵ء۔

۲۹۷ء۴۸ مسعود احمد

ج۵۲م مذہب اہل حدیث کی حقیقت، ص: ۱۵۔ جماعت المسلمین، کراچی۔

۲۹۷ء۴۸ مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاند پوری

چ۱۴م مجموعہ رسائل چاند پوری، جلد اوّل، ص: ۸۷۔ انجمن ارشاد المسلمین لاہور۔ ۱۳۹۸ھ۔ ۱۹۸۷ء۔

۲۹۷ء۴۸ مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاند پوری

چ۱۴م مجموعہ رسائل چاند پوری، جلد دوم، ص: ۸۰۷۔ انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔ ۱۹۸۵م۔ ۱۴۰۵ھ۔

۲۹۷ء۴۸ محمد حسین میمن

ح۵۳ق قرآن مقدس اور حدیث مقدس، ص: ۱۱۵۔ ادارہ تحفظ حدیث فاؤنڈیشن۔

۲۹۷ء۴۸ محمد حسین میمن

ح۵۳د دفاع اسلام کراچی، ص: ۲۷۔ ادارہ تحفظ حدیث فاؤنڈیشن۔ ۲۰۰۹ء۔

۲۹۷ء۴۸ مولانا حیدر علی ٹونکی

ح۸۹ص صیانۃ الاناس عن وسوسۃ الخناس، ص: ۱۵۰۔

۲۹۷ء۴۸ محمد حمزہ

ح۷۳ا اسلام اور انحرافی اسلام، ص: ۹۴۔ پروفیسر محمد حمزہ۔

۲۹۷ء۴۸ ملک حسن علی بی۔اے علیگ جامعی

ح۴۴ش شریعت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور دین مولانا احمد رضا خان، ص: ۱۲۰۔ انجمن اشاعۃ التوحید والسنۃ شرق پور کلاں

۲۹۷ء۴۸ مولانا محمد پالن حقانی

ح۶۶ق قرآن وحدیث اور مسلک اہل حدیث، ص: ۴۶۳۔ ربانی بکڈپو، نیو گارڈن، لاہور۔

۲۹۷ء۴۸ مولوی محمد حسین صاحب

ح۵۲ن ندائے حق، ص: ۳۲۶۔ شعبہ نشر واشاعت مدرسہ ضیاء العلوم، سرگودھا۔

۲۹۷ء۴۸ محمد نبی بخش حلوائی

ح۱۳۷ر الرمع الديانی علی رأس الوسواس الشيطانی مع اربعة رسائل: (۱) ایضاح التلبيس الشيطانی۔ (۲) قهر القهار۔ (۳) ازالة التلبيس۔ (٤) الدلائل القوية، ص: ٦٦۔ سٹیم پریس، امرتسر۔

قرآن کی فریاد

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں، دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں

جزدانِ حریر و ریشم کے اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے خوشبو میں بسایا جاتا ہوں

جیسے کسی طوطے مینا کو کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں، اس طرح سکھایا جاتا ہوں

دل سوز سے خالی رہتے ہیں، آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اِک اِک جلسہ میں پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں

جب قول وقسم لینے کے لیے تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے ہاتھوں پہ اٹھایا جاتا ہوں

نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے، سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اک بار ہنسایا جاتا ہوں، سو بار رلایا جاتا ہوں

یہ میری عقیدت کے دعوے قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں

کس بزم میں میرا ذکر نہیں، کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

(ماہر القادری)